ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

قارئین کو اسلامی سالِ نو مبارک

10

اکتوبر ۲۰۱۶ء

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

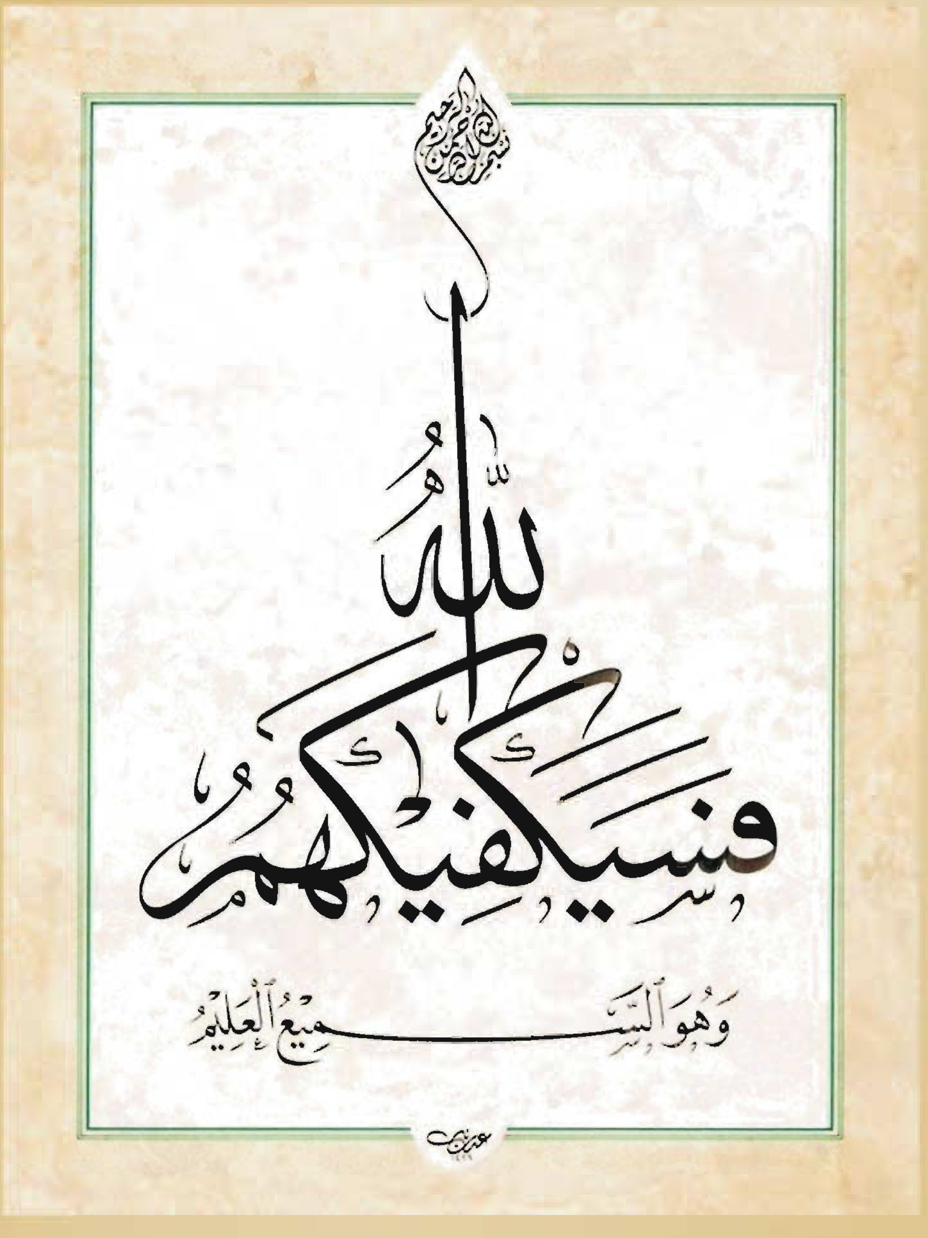

نورِ ہدایت

القرآن

"ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں ○ اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔" ○

(سورۃ الاعراف: ۲۷، ۲۸)

الحدیث

"حضرت ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میرے جسم پر بہت معمولی لباس تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دے رکھا ہے، اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اور خدام وغیرہ سب کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنا کچھ دیا ہے تو اس کے انعام واکرام کا لباس سے بھی اظہار ہونا چاہیے۔" (نسائی)

الآثار

نفاذِ اسلام سے فرار کیوں؟

"جو لوگ اسلام کے نظامِ حکومت سے دامن کشاں ہیں اور اقتدار نشیں ہو کر اسلامی نظام کے قیام سے فرار اختیار کرتے ہیں اور عوام کو اپنی ذہنیت کی اصلاح کے لیے کہتے ہیں، وہ دراصل اسلام پر الزام دھرتے ہیں اور خود اسلام سے تہی داماں ہیں۔ جب سب کچھ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو پھر جس نام سے یہ طاقت حاصل کی گئی ہے اس سے انحراف کیوں برتا جا رہا ہے؟

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ وہ ایک ایسا نظام ہے جو اوّل تا آخر اور تا بہ قیامِ قیامت ہر انسانی گروہ اور ہر انسانی جماعت کی خوش حالی اور برتری کا ضامن ہے۔ وہ بنیادی سعادتوں اور دنیوی خوش نصیبیوں کا توشہ ہے اور ہم اس پر چل کر اپنے لیے، بنی نوعِ انسان کے لیے اور معاشرۂ انسانی کے لیے صحت مند مستقبل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ مسلمان اور موت کا خوف یکجا نہیں ہو سکتے، جو لوگ قرآنی نظامِ زندگی کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں، ان کی بینائی سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنی نفسی کوتاہیوں کو اسلام کی کوتاہیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔"

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صوبائی احرار کانفرنس، لائل پور۔ ۳۰ مئی ۱۹۴۸ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 27 شمارہ 10 محرم الحرام 1438ھ / اکتوبر 2016ء

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی: ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول: سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر:
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین: محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر: محمد مزمل حمید

محمد یوسف شاد

0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	مسئلہ کشمیر، وزیر اعظم کا جنرل اسمبلی سے خطاب اور بھارتی جنگی جنون	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	یومِ ختمِ نبوت کی غیر معمولی پذیرائی جناب محمد رفیق غوری کی رحلت! چیئرمین پیمرا کے نام خط	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	پیمرا چاہتا کیا ہے؟	سیف اللہ خالد	9
,,	قادیانی اقلیت کے حقوق اور ان کی آبادی کا تناسب	مولانا زاہد الراشدی	11
,,	عرب دنیا میں ترکِ قادیانیت کی تازہ لہر	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	14
,,	دینی مدارس کے خلاف ایک نئے راؤنڈ کی تیاریاں	مولانا زاہد الراشدی	17
,,	مودی حکومت نے قادیانیوں کو مسلم فرقہ قرار دے دیا	منیر احمد شاہ	19
دین و دانش:	امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ	21
,,	دو عظیم بھائی...... سیدنا عثمان و سیدنا علی رضی اللہ عنہما	محمد یوسف شیخوپوری	26
,,	تو بھی ان کو معاف کر دے	پروفیسر حمزہ نعیم	29
,,	احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۲)	حافظ عبید اللہ	31
,,	24 گھنٹوں میں صرف 9 منٹ	ادارہ	41
ادب:	پیروڈی کیا ہے؟	طارق کلیم	42
,,	منقبت امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	حکیم سید محمود احمد سرور سہارن پوری	49
,,	تیسرے امام کی منقبت	احمد جاوید	51
,,	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	53
,,	عشق کے قیدی (ناول) (قسط نمبر ۲)	ظفر جی	54
مکتوب:	غلام ابوبکر صدیق بن حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ اظہار براءت بہ سلسلہ تذکرہ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ، مؤلف حافظ عبدالجبار سلفی	غلام ابوبکر صدیق	61
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ---- 200/- روپے
بیرونِ ملک ---- 4000/- روپے
فی شمارہ ---- 20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: آشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

مسئلہ کشمیر، وزیر اعظم کا جنرل اسمبلی سے خطاب اور بھارتی جنگی جنون

سید محمد کفیل بخاری

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ: عالمی برادری مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے بھارت پر دباؤ ڈالے، دنیا اپنے وعدے پورے کرے، یہ تنازعہ طے کیے بغیر خطے میں امن ممکن نہیں، مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں کے شواہد دیں گے۔ اقوام متحدہ وادی کو غیر فوجی علاقہ قرار دے، قابض بھارتی فوج کے ہاتھوں بے گناہ کشمیریوں کی شہادت، پیلٹ گن سے زخمی کرنے اور مظالم کی تحقیقات کے لیے کمیشن بھیجا جائے۔ بڑی طاقتوں کی محاذ آرائی سے دنیا کو خطرات کا سامنا ہے بھارت کے ساتھ امن اور کشمیر سمیت ہر مسئلے کے لیے غیر مشروط مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ پاکستان ذمہ دار ایٹمی ملک اور نیوکلیئر گروپ کی رکنیت کا حق دار ہے، پڑوس میں ہتھیاروں کے ذخائر نظر انداز نہیں کر سکتے''۔

نواز شریف کا خطاب قومی امنگوں کا ترجمان، مظلوم کشمیریوں کی آواز اور جذبات کا غماز ہے۔ عین اسی روز امریکی ایوان کی ذیلی کمیٹی برائے دہشت گردی کے چیئرمین ''ٹیڈ پو'' اور کانگریس کے رکن ''ڈینا روہرا بیچر'' نے بھارت کو خوش کرنے کے لیے ''پاکستان سٹیٹ سپانسر آف ٹیررازم ایکٹ'' کے عنوان سے ایک بل کانگریس میں پیش کیا جس میں پاکستان کو دہشت گردوں کا مددگار قرار دینے اور ایٹمی پروگرام بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

تاریخی حقائق اور شواہد کی رو سے یہ بات طے شدہ ہے کہ امریکہ کسی کا دوست نہیں، ایک مسلمان کی حیثیت سے قرآن کے اس فرمان پر ہمارا پختہ ایمان ہے کہ:

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ تمھارے دوست نہیں یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں''۔

نائن الیون کے بعد ہمارے حکمرانوں نے جس طرح امریکہ کا ساتھ دیا اور حکم برداری کی، اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ سب کچھ ماننے کے باوجود ''ڈو مور'' کا سلسلہ جاری ہے۔

برہان وانی کی شہادت کے بعد کشمیر میں جدوجہد آزادی نے زور پکڑا ہے تو بھارتی مظالم میں بھی شدت آ گئی۔ بھارتی حکمران کشمیری حریت پسندوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ بھارت بھگت سنگھ کو آزادی کا ہیرو قرار دیتا ہے تو وانی شہید اور حریت پسند دہشت گرد کیوں..؟

18 ستمبر 2016ء کو مقبوضہ کشمیر میں اڑی فوجی ہیڈ کوارٹر پر حملے کے نتیجے میں 18 بھارتی فوجی ہلاک ہو گئے، مودی سرکار نے حسب سابق اس حملے کا الزام پاکستان کے سر تھوپ دیا، ثبوت مانگے تو آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ ادھر کشمیر اور

بعض دیگر علاقوں میں وسیع پیمانے پر فوج بھیج کر یونہی توپوں، ٹینکوں کے رخ پاکستان کی طرف کر دیے، مودی سرکار نے گیدڑ بھبکیاں دے کر جنگی ماحول پیدا کرنے، پاکستان کو ڈرانے دھمکانے اور خوف و ہراس پھیلانے کی بزدلانہ حرکتیں شروع کر دیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان کا دفاع سنجیدہ سپاہیوں کے ہاتھ میں ہے، ہمارے سپہ سالار جنرل راحیل شریف نے دو دن کی فوجی نقل و حمل، پاکستانی ائیر فورس کے شاہینوں کی موٹر وے پر اڑانوں اور اللہ اکبر کے لافانی نعروں کی گونج سے بھارتی نیتاؤں کے غباروں سے ہوا نکال دی ہے، انہوں نے پوری جرأت و بہادری سے للکارتے ہوئے کہا:

''وطن کے چپے چپے کا ہر قیمت پر دفاع کریں گے ہماری بہادر افواج ان شاء اللہ کسی بھی خطرے کا منہ توڑ جواب دیں گی، ملکی سلامتی کے لیے آخری حد سے بھی آگے جائیں گے، دشمن کی ہر چال کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں سرحدیں محفوظ ہیں، قوم اطمینان رکھے''۔

مودی کا یہ کہنا کہ: ''پاکستان کو تنہا کر دیں گے'' یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا، اصل میں پاک چین راہداری منصوبہ، امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار ملکوں کے لیے بڑا چیلنج ہے۔ امریکہ، بھارت اور افغانستان کی تکڑم سی پیک کو ناکام بنانا چاہتی ہے۔

امریکہ، بھارت دفاعی معاہدہ خطے میں نئی جنگ اور گریٹ گیم کا حصہ ہے جس میں افغانستان کا کردار بیگانی شادی میں ''عبداللہ'' دیوانہ سے زیادہ کچھ نہیں، چاہ بہار بندرگاہ کا منصوبہ بھی سی پیک کو ناکام بنانے کی سازش ہے۔

امریکہ نے بھارت کو اپنا سب سے اہم فوجی پارٹنر قرار دیا ہے، 2007ء سے اب تک بھارت امریکہ سے 14 ارب ڈالر کے فوجی معاہدے کر چکا ہے۔ اس گریٹ گیم کے مقابلے میں پاکستان کے دفاعی اداروں کی کامیاب دفاعی پالیسیوں نے ''بین الاقوامی گیمرز'' کی نیندیں حرام کر دی ہیں دہشت گردی کا خاتمہ، پاک چین اقتصادی راہداری منصوبہ اور اب پاک روس مشترکہ فوجی مشقیں دنیا کو مضبوط و مستحکم پاکستان کا پیغام ہیں، پوری پاکستانی قوم وطن کے دفاع و سلامتی کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے، قوم اپنی بہادر افواج اور ریاست کے شانہ بشانہ ہے۔

ہمیں اعتماد ہے کہ ملک کی جغرافیائی سرحدیں محفوظ ہیں، پاکستان قائم رہے گا اور دشمن اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے، لیکن حکمرانوں سے یہ کہنا ہے کہ ملک کی نظریاتی سرحدوں کا بھی تحفظ کریں جس بنیاد پر پاکستان بنا اس کا تحفظ سب سے اہم ہے۔ بنیاد جتنی مضبوط ہوگی تو عمارت اس سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوگی، دین اسلام ہی پاکستان کی بنیاد، پہچان اور شناخت ہے۔

بانی پاکستان جناب محمد علی جناح نے اپنی بیسیوں تقریروں میں قیام پاکستان کے اس مقصد کو واضح کیا کہ ''نفاذ اسلام'' ریاست کا مقصد ہے۔ حکمران اس مقصد کو یاد رکھیں اور اپنے عہد اقتدار میں اس مقصد کو پورا کر دیں یہ آئین پاکستان کا تقاضا بھی ہے اور قوم کا متفقہ مطالبہ بھی۔

یومِ ختم نبوت کی غیر معمولی پذیرائی

عبداللطیف خالد چیمہ

تحریک ختم نبوت کو 42 سال قبل 7 ستمبر 1974ء کو آئینی طور پر پارلیمنٹ کے فلور پر جو بڑی کامیابی نصیب ہوئی، اس کی یاد میں ''یوم ختم نبوت'' (یوم قرارداد اقلیت) ہم نے مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے دیرینہ پلیٹ فارم سے کوئی 30 سال قبل منانا شروع کیا تھا، جس کا آغاز چھوٹی موٹی خبروں، مضامین اور تقریبات سے ہوا تھا، تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے بتدریج اسی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور اس مرتبہ (7 ستمبر 2016ء) یوم ختم نبوت، مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے علاوہ دیگر مکاتبِ فکر نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ منایا اور ایک خاص بات یہ بھی ہوئی پارلیمنٹ ھاؤس کی مسجد کے خطیب وامام مولانا احمد الرحمٰن کی دعوت پر مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے 7 ستمبر کو بعد نماز ظہر پارلیمنٹ ھاؤس اسلام آباد کی مسجد میں ''یوم ختم نبوت'' کے حوالے سے مختصر بیان کیا اور شہدائے جنگ یمامہ سے لے کر شہدائے ختم نبوت کے لیے اجتماعی دعائے مغفرت کرائی اور اس میں پارلیمنٹرین اور پارلیمنٹ ھاؤس کے سٹاف نے بھی شرکت کی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اسی روز شام کو نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے حوالے سے سینئر صحافی سعود ساحر کی کتاب کی تقریب رونمائی میں جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے خطاب کے موقع پر فرمایا: ''کہ اراکین قومی اسمبلی 7 ستمبر کی وجہ سے پارلیمنٹ میں آج کچھ سہمے سہمے سے تھے حالانکہ 7 ستمبر یوم ختم نبوت کا تذکرہ تو پارلیمنٹ ہاؤس میں ہونا چاہیے تھا، بہرحال یوم ختم نبوت نے رولنگ کلاس کے دروازے پر دستک دے دی ہے اے کاش۔

کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

راقم الحروف نے ''عشرۂ ختم نبوت'' اور ''یوم ختم نبوت'' کے سلسلہ میں یکم ستمبر کو مسجد نور ساہیوال، 2 ستمبر کو جامع مسجد کریمیہ کمالیہ، 5 ستمبر کو مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چیچہ وطنی، 7 ستمبر (یوم ختم نبوت) کو صبح (6 تا 8 بجے) دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی بعد نماز ظہر اوکاڑہ میں دنیا نیوز کے میڈیا ہال میں، پھر رات کو اپنی جماعت کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی، بعد ازاں 8 ستمبر کو بعد نماز ظہر جامعہ رشیدیہ ساہیوال، 9 ستمبر کو نماز جمعۃ المبارک سے قبل ٹوبہ ٹیک سنگھ کی دو مساجد (مرکزی جامع مسجد اور جامع مسجد معاویہ) میں گفتگو کا موقع ملا، مذکورہ اجتماعات میں کی جانے والی گفتگو کا خلاصہ پیش خدمت ہے:۔

''بعد از حمد وصلاۃ..! ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم اور احادیث نبی الکریم ﷺ سے ثابت ہے اور عقیدہ ہوتا ہی وہ ہے

جس پر اللہ کا کلام اور محمد عربی ﷺ کا کلام شاہد ہو اور جہاں کلام الٰہی اور کلام مصطفویؐ خاموش ہو وہ عقیدہ نہیں ہوتا ختم نبوت مسلمانوں کا عقیدہ ہے نظریہ نہیں کیونکہ نظریات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور نظریات انسانی ذہن کی خود ساختہ تھیوری کو کہتے ہیں وہ صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی ہو سکتے ہیں نظریات میں اختلاف کوئی کفر واسلام کا مسئلہ بھی نہیں ہوتا ایک نظریہ میں اپناتا ہوں اور ایک نظریہ آپ اپناتے ہیں ہمارے آئیڈیاز مختلف ہونے کی بناء پر ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس اختلاف کو کفر واسلام کا عنوان نہیں دیا جائے گا پھر مسالک میں تعبیرات کا اختلاف موجود ہے لیکن اصول پر سب کے سب متفق ہیں اور کفر واسلام کا مسئلہ جسے علمائے متکلمین ''اصولی مباحث'' کا نام دیتے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت اصولی مسئلہ ہے جس کی تعبیر بھی وہی معتبر ہوگی جو چودہ صدیوں سے چلی آرہی ہے ایسا نہیں ہے کہ اصولی مباحث کی تعبیر وتشریح کوئی شخص اپنی من پسند بیان کرے اور امت مسلمہ اسے مان لے بلکہ عقائد وہی ہیں جنہیں صحابہ کرامؓ نے، اہل بیت رسولؐ نے، فقہاء، محدثین، متکلمین نے شرح وبسط سے بیان کردیا ہے، پھر اگر کسی مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہوجائے جسے علمی اصطلاح میں ''اجماع'' کہا جاتا ہے یعنی اگر کسی مسئلہ پر اجماع ہوجائے تو امت مسلمہ کے اہل علم کا اجماع بھی ''عقیدہ'' بنتا ہے اور ائمہ دین میں سب سے زیادہ معتبر ''اجماع'' حضرات صحابہ کرامؓ کا ہے اس تمہیدی گفتگو کے بعد یہ جان لیجیے کہ عقیدہ ختم نبوت پر قرآن کریم کی ایک سو آیات شاہد ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دو سو دس احادیث موجود ہیں اور پھر صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی ہے اور یہ اجماع یوں نہیں ہوا کہ ایک علمی مجلس سجائی گئی اور اہل علم نے ''اجماع'' کرلیا نہیں میرے دوستو..! ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جہاں منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا وہیں مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا پرچار زور وشور سے شروع کیا تو سچوں کے امام، خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جرار اس فتنہ کے سدباب کے لیے روانہ فرمایا جس میں گیارہ سو صحابہؓ نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں سات سو حفاظ وقرأ صحابہؓ تھے تو معلوم ہوا کہ اس عقیدہ پر اجماع صحابہؓ نے اپنے خون سے کیا اور شہدأ ختم نبوت میں پہلا نام سیدنا حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے جن کو مسیلمہ کذاب کے کارندوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ کیا تو محمد بن عبداللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہو انہیں نبی ورسول مانتے ہو سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''نعم'' ہاں وہ میرے مولاؐ ہیں میرے آقاؐ ہیں میں ان کا غلام ہوں پھر مسیلمہ کذاب کے کارندوں نے کہا کہ تم مسیلمہ کو بھی نبوت میں محمد ﷺ کا شریک مانو اور کہو مسیلمہ بھی نبی ہے سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ انہوں نے نفرت کے اظہار کے طور پر کہا کہ: میرے کان تمہاری بات سننے سے عاجز ہیں'' وہ اک دوسرے کا منہ دیکھتے ہیں کہ جب محمد عربی ﷺ کا نام لیا تو فوراً ہاں کہا لیکن جب مسیلمہ کا نام لیتے ہیں تو کہتا ہے میرے کان تمہاری بات سننے سے عاجز ہیں انہوں نے پکڑا اور مسیلمہ کے پاس لے گئے مسیلمہ نے بھی وہی کہا جو اس کے کارندوں نے کہا تھا اور سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کا جواب بھی وہی رہا جو پہلے دیا تھا انہوں نے ایک بازو کاٹا اور دوسرا بازو کاٹا ایک ٹانگ کاٹی دوسری کاٹی لیکن اس صحابی رسولؐ کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ ''میرے کان تمہاری بات سننے سے عاجز ہیں'' جی ہاں شہید ختم نبوتِ اول نے بتادیا کہ عقیدہ کا تحفظ یوں کیا جاتا ہے جان جاتی ہے تو جائے لیکن ایمان بچانا ہے پھر ان کی پیروی میں 1953ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو تحریک کو کچلنے کے لیے اس وقت کے حاجی، نمازی

حکمرانوں نے لاہور میں مارشل لاء لگوادیا اور رہنماؤں کو پابند سلاسل کردیا گیا اور نہتے فرزندانِ اسلام پر گولیاں چلادیں گئیں ،جانثارانِ ختم نبوت نے نعرہ ختم نبوت بلند کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی دس ہزار لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ عقیدہ ختم نبوت پر پیش کردیا،جیل سے رہائی کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا تھا کہ:ان شہدأ کے خون کے نیچے میں نے ایک ٹائم بم فٹ کردیا جو اپنے وقت پر پھٹے گا اور مرزائیت کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دادیا جائے گا میں رہوں یا نہ رہوں، جو زندہ ہوں وہ میری قبر پر آکر بتادیں“ میں ان خوش نصیبوں میں ہوں جنہوں نے اس فیصلہ کے بعد امیر شریعتؒ کی قبر پر جا کر یہ اطلاع دی کہ آج منکرین ختم نبوت کو پاکستان میں کافر ڈکلیئر کردیا گیا ہے۔

قادیانی صرف دین اسلام کے ہی دشمن نہیں بلکہ ملک پاکستان کے بھی دشمن ہیں اور یہ بات میں کسی تعصب کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ ملک پاکستان کے عظیم صحافی جناب زاہد ملک مرحوم نے اپنی کتاب ”ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور اسلامی بم“ میں لکھی ہے کہ ”ضیاء الحق مرحوم کے دور کے وزیر خارجہ یعقوب علی خان جب امریکہ کے دورے پر گئے امریکی حکام نے پوچھا کہ پاکستان نے اٹیم بم بنالیا ہے،تو میں نے نفی میں سر ہلا دیا امریکی عہدے داروں نے پاکستان کے اٹیمی پلانٹ کا نقشہ میرے سامنے لاکر رکھ دیا میں نے گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر دیکھا تو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کھڑا مسکرا رہا تھا“۔اس واقعہ سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ قادیانی ملک پاکستان کے وفادار نہیں اور آج بھی یہ یورپ میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہمیں پاکستان میں تحفظ حاصل نہیں حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ کبھی بھی پاکستان میں بلاوجہ قادیانیوں پر تشدد کے واقعات سامنے نہیں آئے بلکہ اگر چند مقامات پر فسادات ہوئے بھی ہیں تو وہاں بھی اول شرارت قادیانیوں نے کی ہے اسی طرح قادیانی لابی اکھنڈ بھارت کا عقیدہ رکھتی ہے، چند سال قبل تک ربوہ کے خاص قبرستان میں مرزا بشیر الدین محمود اور چند دیگر قبروں پر ایک کتبہ پر یہ تحریر درج رہی کہ:”یہ مردے یہاں امانتاً دفن ہیں ہمیں جب موقع ملے گا ہم انہیں قادیان (انڈیا) لے جائیں گے۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم نے 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت ایکٹ منظور کیا تھا جس کی رو سے قادیانی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کرسکتے لیکن قادیانیوں نے نہ تو 1974ء کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور نہ ہی 1984ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد ہو رہا ہے، قادیانیوں کے ساتھ جھگڑے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی اسلامی وقانونی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے الٹا بین الاقوامی سطح پر ان قوانین کے خلاف لابنگ کررہے ہیں اور پاکستان کو بدنام کیا جارہا ہے، بیرون پاکستان اسلام ومسلمانوں کا ٹائیٹل استعمال کرکے گمراہی پھیلا رہے ہیں جب تک وہ اپنا آئینی وقانونی سٹیٹس تسلیم نہیں کرتے محاذ آرائی کی موجودہ کیفیت میں کمی واقع نہیں ہوسکتی۔

بھٹو مرحوم نے اڈیالہ جیل میں اپنی زندگی کے آخری ایام اسیری کے دوران ڈیوٹی آفیسر ”کرنل رفیع الدین“ سے کہا تھا کہ ”کرنل رفیع..! قادیانی یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ہمیں وہی مرتبہ حاصل ہو جو امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے“ بھٹو مرحوم نے کس زیرک نظری سے قادیانیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھا کاش آج کے حکمران بھی اسی سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کریں،اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی آئینی اور ریاستی ذمہ داریوں کو بدرجہ اولیٰ نبھانے والے بن

جائیں۔ آمین یارب العالمین..!

جناب محمد رفیق غوری کی رحلت!

سنئیر صحافی و کالم نگار محمد رفیق غوری 25 اگست 2016ء کو لاہور میں 65 برس کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

رفیق غوری مرحوم کا تعلق فیصل آباد سے تھا لیکن وہ ایک طویل عرصہ سے لاہور میں رہائش پذیر تھے ان سے راقم الحروف کا تعلق جناب چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ کے توسط سے 1984ء کے لگ بھگ ہوا اور اس بات نے ابتداء ہی میں متاثر کیا کہ وہ راسخ العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی محبت سے سرشار تھے تھوڑے ہی عرصے میں ان سے تعلق خاطر بے تکلف دوستی میں بدل گیا اور لاہور میں شعبہ صحافت سے تعلق رکھنے والے ان کے بہت سے دوستوں کے حلقۂ یاراں کا ہمیں بھی ممبر بنا لیا گیا، رفیق غوری سے انس، پیار و محبت کی زیادہ تر قدرے مشترک ''عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت'' کی جہد مسلسل تھی، عشق رسالت مآب ﷺ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے ہر کارکن کی دلجوئی اور سرپرستی فرماتے اور مشکل ترین معاشی حالات میں بھی کسی محاذ پر ایک دن بھی ڈگمگائے نہیں بلکہ حوصلے اور استقامت کا پیکر بنے رہے۔

22 ستمبر 2016ء جمعرات کی سہ پہر لاہور پریس کلب کی جانب سے محمد رفیق غوری کے انتقال پر تعزیتی ریفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں شعبہ صحافت سے منسلک ممتاز شخصیات نے ان کی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا، راقم الحروف نے اس تعزیتی نشست میں یہ عرض کیا کہ.!

(۱) کسی کے چلے جانے کے بعد اس کی یاد منانے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے افکار و نظریات اور مشن کو اپنی ترجیحات میں شامل کر لیا جائے۔

(۲) رفیق غوری متشدد نہیں بلکہ پختہ عقیدے کے مالک تھے وہ بنیاد پرست تھے ان کی بنیاد ''توحید و ختم نبوت'' تھی۔

(۳) رفیق غوری نے مشکل ترین حالات میں بھی اپنے دوستوں کے لیے دروازے کھلے رکھے اور سب سے دوستی نبھائی۔

(۴) وہ بحران میں بھی زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے رہے اور ''اسلام، عقیدۂ ختم نبوت اور پاکستان'' کے دشمنوں کے لیے ان کے ہاں معافی کا کوئی ساخانہ بھی موجود نہ تھا

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ہم رفیق غوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی جناب نجم الحسن عارف، ان کے بڑے فرزند جناب محمد اویس غوری، جناب محمد وقاص غوری، جناب محمد انس غوری اور مرحوم کی اہلیہ، ان کی بیٹیوں اور تمام متوسلین سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں، حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

چیئر مین پیمرا کے نام خط

چیئر مین پیمرا کے نام مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ کا خط

جناب چیئر مین صاحب ’’پیمرا‘‘ اسلام آباد

السلام علیکم! مزاج گرامی؟

7 ستمبر 2016ء کو ’’یوم ختم نبوت‘‘ کے موقع پر دوٹی وی چینلز (نیوٹی وی اور چینل 92) پر عقیدۂ ختم نبوت اور رد قادیانیت پر پروگرام نشر ہوئے، اس حوالے سے ’’پیمرا‘‘ کی طرف سے قادیانیوں کی شکایت پر مذکورہ چینلز کو نوٹس جاری کرنا قرآن وحدیث، اجماع امت اور آئین اور پارلیمنٹ کے فیصلے سے انحراف ہے، اس سے 18 کروڑ مسلمانوں کے عقیدے وجذبات کی توہین ہوئی ہے۔ کسی کے خلاف نفرت ان پروگراموں سے پیدا نہیں ہوئی، یہ محض مفروضہ ہے۔

امید ہے نظر ثانی فرمائیں گے۔ شکریہ!

والسلام

عبداللطیف خالد چیمہ
کنو ینر متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان
69- سی، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور
موبائل: 0300-6939453
تاریخ: 17-09-2016

پیمرا ہیڈ کوارٹرز:
ماؤ ایریا، G-8/1، اسلام آباد

پیمرا چاہتا کیا ہے؟

سیف اللہ خالد

معلوم ہے کہ حالات بہت دگرگوں ہیں، یہ بھی جانتے ہیں کہ مشرف سے صرف ذاتی رنجش ہے اس کی پالیسیوں سے کسی کو اختلاف نہیں، ورنہ جو اس نے 2001ء میں کیا نواز شریف اس کے لیے 1999ء میں تیار تھے، اور اس سے بھی بری اور ذلت آمیز شرائط پر۔ اس سے بھی انکار نہیں کہ، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جو چاہتا تھا کھل کر کہتا تھا، یہ جو چاہتے ہیں وہ زبان پر نہیں لاتے، ملک سے دینی اقدار کا جنازہ نکالنا اور لبرل اباحیت کو مسلط کرنا مشرف کا مشن تھا تو ان کا عقیدہ ہے۔ اس کی حکومت میں قادیانیوں کو اہمیت حاصل تھی تو ان کے دورِ اقتدار میں بھی وہ ایوان اقتدار کی مونچھ کا بال ہیں۔ لیکن نوبت یہاں تک پہنچے گی؟ اس کا کسی نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ 18 کروڑ مسلمانوں کے اس ملک میں قادیانی جماعت ملکی پالیسی کے فیصلے کرے گی۔ سمجھ بالاتر ہے کہ قادیانی جماعت کا سربراہ پیمرا کو خط لکھتا ہے اور دو ٹی وی چینلز کو نوٹس جاری ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے ختم نبوت پر پروگرام کر کے قادیانیوں کی دل شکنی کی ہے۔ اگر پیمرا اس پر پریس ریلیز جاری نا کرتا تو شاید یقین ہی نا آتا۔ مگر دیدہ دلیری کی حد ہے کہ مسلمانوں کو طمانچہ مارا جا رہا ہے کہ تمہیں ختم نبوت کا نام لینے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ بات ایک جعلساز، جھوٹے، بدکردار، اور بدعقیدہ شخص کے ماننے والوں کو بری لگی ہے۔ یہ وہی پیمرا ہے، جس کی موجودگی میں ایک ٹی وی چینل گھنٹوں ملکی سلامتی کے ذمہ داران پر قتل کا الزام لگاتا رہا اور پیمرا گہری نیند سویا رہا، نجی چینلوں پر ملک کو گالیاں دی جاتی ہیں، ملکی اداروں کے خلاف پروپگنڈہ ہوتا ہے اور اس کی چپ نہیں ٹوٹتی۔ یہ وہی ہے نا جس کی موجودگی میں ایک چڑی مار دانش چور بھارتی را کے قصیدے پڑھتا ہے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، روز اس ملک کی نظریاتی اساس پر حملے ہوتے ہیں، افواج کی تذلیل کی جاتی ہے، دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ثقافت کے نام پر بھارتی کنجروں کی منڈیاں سجائی جاتی ہیں، برہنگی اور عریانیت کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اشتہارات کے نام پر بداخلاقی کا مقابلہ ہوتا ہے، ٹاک شوز کے نام پر ملکی نظام سے لیکر خاندانی نظام تک پر حملے ہوتے ہیں، ملک کو انتشار میں دھکیلنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر پیمرا کی نیند میں خلل نہیں پڑتا، مگر ختم نبوت کے ذکر پر قادیانی جماعت کے سربراہ کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ ہڑبڑا اٹھتا ہے اور ٹی وی چینلز کے سر پر نوٹس کی لٹھ دے مارتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس روز یعنی 7 ستمبر کو کیا ہوا تھا؟ دوسرے یہ کہ ان پروگرامز میں کیا بات ہوئی؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس روز پاکستان کی قومی اسمبلی کی جانب سے قادیانی فتنہ کو مسلمانوں سے الگ، غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ ان پروگرامز میں اسی فیصلہ کو سراہتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیوں کی ٹھگی، چوری اور دھونس پر بات کی گئی۔ تو کیا قومی اسمبلی کی کارروائی کا، اس کے فیصلوں کا ذکر جرم ہے؟ کیا آئین پاکستان کی بات کرنا جرم ہے؟ کیا قومی اسمبلی کے فیصلوں کی تعریف کرنا جرم ہے؟ قادیانی گماشتے بتائیں کہ اس کے سوا ان ٹی وی شوز میں کیا ہوا؟ دونوں پروگرام ایک سے زیادہ بار دیکھے، ایک ٹی وی چینل

کے پروگرام میں جس کی میزبانی ایک سابق جج کر رہے ہیں، مرزا ملعون کے لیے مرزا صاحب کا لفظ استعمال ہوا، اور جناب متین خالد نے مرزا کی کتابوں پر بات کی اور قادیانیوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے بانی کی کتابیں ضرور پڑھیں، اور انہیں کتابوں میں مرزا نے مسلمانوں کو جو گالیاں دی، جن کا قومی اسمبلی میں بھی تذکرہ ہوا، ان کا ذکر بھی اسی کارروائی کے تناظر میں ہوا۔اس میں دل شکنی والی کونسی بات ہے؟۔ دوسرے پروگرام میں بھی عقیدہ ختم نبوت پر بات کی گئی اور قادیانی مذہب کی تاریخی حیثیت پر دستاویزی ریکارڈ کے مطابق رپورٹ نشر کی گئی، اس میں توہین آمیز مواد کہاں ہے اور کیا ہے؟ قادیانی جماعت کیوں چیخی؟ تکلیف کس سے ہوئی، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کیونکہ ان دنوں یہ اپنے جعلی، جھوٹے عیار اور مکار راہنما اور مدعی نبوت کی کتابوں کو چھپاتے پھرتے ہیں کیونکہ جو بھی انہیں پڑھتا ہے، وہ لعنت بھیج کر قادیانیت چھوڑ دیتا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر تمہارے اس جاہل مطلق نے گالیاں لکھی ہیں تو اس کی قبر پر جوتے مارو، ہمارا کیا لینا دینا اس سے۔اور اگر تاریخی دستاویز تمہیں انگریز کا خود کاشتہ پودا ثابت کر رہی ہیں تو اپنے روحانی والد اور قبلہ برطانیہ سے احتجاج کرو کہ اس نے انڈیا آفس لائبریری میں یہ مواد رکھا ہی کیوں ہے،؟ جو تمہاری اوقات دنیا کو بتا رہا ہے۔ پیمرا نے جو واردات کی ہے شائد اسے اس کے نتائج کا اندازہ نہیں یہی ٹی وی چینل اس نوٹس کے خلاف عدالت میں چلے جائیں تو پیمرا کو لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں۔ پیمرا کے لال بجھکڑ شاید نہیں جانتے کہ قومی اسمبلی کے جس فیصلہ کا تذکرہ وہ روکنا چاہتے ہیں، اسے نہ وہ روک سکتے ہیں نہ رول بیک کر سکتے ہیں، اس کے پیچھے قادیانیوں کے ہاتھوں مارے جانے والے ہزاروں شہدا کا لہو ہے۔اور یہ معاملہ کسی اور سے متعلق نہیں، اس کا تعلق آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت سے ہے۔جس کے لیے ایک مسلمان اپنی اولاد، ماں باپ، مال، دولت اور زندگی تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ پیمرا نے یہ فیصلہ کیوں کیا؟ سب کو معلوم ہے، وزیر اطلاعات کی نظریاتی سمت بھی ڈھکی چھپی نہیں، حکومتی رکن اسمبلی الیاس چنیوٹی صاحب کا سینٹ الیکشن کے موقع پر ان کے حوالہ سے لکھا گیا خط ہی کافی ہے، حکومت کے پالیسی سازوں میں کون کون چناب نگر کا خوشہ چیں ہے، وہ بھی کسی سے مخفی نہیں، اور خود حکمرانوں کی دوستیاں جن لابیوں سے ہیں وہ بھی کوئی خفیہ داستاں نہیں، لہٰذا پیمرا قیادت ہوش کے ناخن لے ملک کو آگ اور خون کی طرف دھکیلنے سے باز رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کم از کم سربراہ پیمرا سے لاکھوں گنا زیادہ فہم وفراست کے مالک تھے انہوں نے ملک کو فسادات اور قادیانی سازشوں سے بچانے کی خاطر یہ معاملہ اسمبلی میں بھیجا، اور اسمبلی میں اس وقت جو سیاسی قیادت تھی وہ آج کی طرح عقل وخرد سے عاری اور بکاؤ مال نہیں تھی، جس نے 13 دن کی بحث کے بعد ایک فیصلہ سنایا۔ طے شدہ معاملہ کو چھیڑنے سے گریز ہی بہتر ہے۔ پیمرا ایسی چنگاریوں کو ہوا نہ دے جنہیں خون دیکر بجھایا گیا ہے۔ پیمرا کو یہ نوٹس 18 کروڑ مسلمانوں کے ایمان کی توہین ہے، ایک معمولی مگر سازشی اقلیت کے پیچھے لگ کر ملک کو بدامنی کی جانب دھکیلنے سے باز رہنا چاہئے۔ یاد رکھیں کہ مسلمان اپنے اس عقیدہ کے خلاف کسی کی بھی سننے کو تیار نہیں کہ

کتابِ ہستی کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا، وجود لوح وقلم نہ ہوتا

(مطبوعہ: روزنامہ اوصاف، 20 ستمبر 2016)

قادیانی اقلیت کے حقوق اور اُن کی آبادی کا تناسب

مولانا زاہد الراشدی

’’عشرۂ ختم نبوت‘‘ کے اختتام پر 9 ستمبر کو گکھڑ اور 10 ستمبر کو چیچہ وطنی میں اس حوالہ سے چند اجتماعات میں حاضری و گفتگو کا موقع ملا۔ گکھڑ میں حضرت والد محترمؒ کی مسجد میں 9 ستمبر کو بعد نماز مغرب ’’ختم نبوت کانفرنس‘‘ منعقد ہوئی جس میں جماعت اسلامی پنجاب کے سیکرٹری جنرل جناب بلال قدرت بٹ، پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ایم پی اے چودھری محمد اشرف وڑائچ، پاکستان پیپلز پارٹی کے صدر میاں راشد طفیل، اور وزیر آباد بار ایسوسی ایشن کے صدر چودھری اعجاز احمد ایڈووکیٹ کے علاوہ مولانا قاری حماد الزہراوی، مولانا قاری منہاج الحق خان راشد، مولانا قاری محمود اختر، حافظ بشیر احمد چیمہ اور دیگر حضرات نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ چیچہ وطنی کے معروف احرار مرکز کے تحت مختلف تقریبات میں 10 و 11 ستمبر کو حاضری ہوئی۔

’’احرار گرلز آرگنائزیشن‘‘ کی فکری نشست میں ’’عالمی تہذیبی کشمکش کی موجودہ صورتحال‘‘ پر اسکول و کالج کی طالبات کے سامنے اسلامی اور مغربی تہذیب میں اختلافات کے پس منظر پر گفتگو کی اور یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ برادرم حاجی عبد اللطیف چیمہ اور مولانا قاری محمد وقاص سعید کی محنت سے یہاں خواتین اور طالبات میں علمی و فکری گفتگو کا ایک اچھا ماحول موجود ہے جو ہمارے دور کی اہم ضروریات میں سے ہے۔ تہذیبی کشمکش کے فکری پس منظر اور بنیادوں کے بارے میں گفتگو بسا اوقات علماء اور طلبہ کے ماحول میں مشکل ہو جاتی ہے مگر میری کم و بیش پون گھنٹے کی گفتگو کو طالبات نے نہ صرف توجہ سے سنا بلکہ سوالات بھی کیے۔ مرکز احرار میں عصر کے بعد پریس کانفرنس تھی، عشاء کے بعد جامع مسجد عثمانیہ میں درس ختم نبوت ہوا جبکہ دوسرے روز فجر کی نماز رحمان سٹی کی مسجد ختم نبوت میں پڑھی اور حج بیت اللہ کے حوالہ سے کچھ معروضات پیش کیں۔ چونکہ یہ تقریبات عشرۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں تھیں اس لیے ان میں قادیانیت کے بارے میں کی جانے والی گفتگو کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(ا) 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت کیوں قرار دیا گیا تھا؟ اس کے بارے میں ضرورت کے مواقع پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے مگر میں جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے جذبات واحساسات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس فیصلے کے وقت پارلیمنٹ کے قائد ایوان تھے۔ انہوں نے اس فیصلہ کی خود وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ

☆ قادیانی حضرات ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے،

☆ قادیانی امت پاکستان میں وہ مقام حاصل کرنے کے لیے تگ ودو کر رہی ہے جو امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے کہ ملک کی کوئی پالیسی ان کی مرضی کے بغیر تشکیل نہ پا سکے، اور

☆ وہ (بھٹو مرحوم) یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ فیصلہ اور اقدام قیامت کے دن ان کی بخشش کا ذریعہ بنے گا۔

میرے خیال میں اس تاریخی فیصلے کے بارے میں سب مسلمانوں کے جذبات اسی قسم کے ہیں اور یہ صرف دینی حلقوں کا نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے ہر طبقہ کا مسئلہ ہے اور ایک قومی مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) یہ کہا جاتا ہے کہ جب پارلیمنٹ نے فیصلہ کر دیا تھا جو دستور کا حصہ بن چکا ہے تو پھر یہ مسئلہ ابھی تک باقی کیوں ہے، اسے اصولاً نمٹ جانا چاہیے تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ مسلمانوں نے نہیں بلکہ قادیانیوں نے باقی رکھا ہوا ہے۔ وہ اگر اس اجتماعی اور قومی فیصلے کو تسلیم کر لیتے، اس کے مطابق دستور کے تحت ملک کے معاشرے کا حصہ بن جاتے اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کی طرح ملک میں آرام سے رہتے تو مسئلہ ختم ہو جاتا۔ مگر انہوں نے یہ فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، دستور کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کے خلاف عالمی سطح پر محاذ آرائی کا حصہ بن گئے، اور دستور کے فیصلے پر عملدرآمد کے عمل کا بائیکاٹ کر دیا جس کی وجہ سے یہ مسئلہ ابھی تک باقی ہے۔ قادیانیوں نے پوری دنیا میں اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے ٹائٹل کے ساتھ سرگرمیاں جاری رکھی ہوئی ہیں جو شرعی، قانونی، اور اخلاقی کسی بھی لحاظ سے ان کا حق نہیں بنتا۔ اس لیے ہمیں بھی بیداری قائم رکھنے اور ان کے دجل وفریب سے مسلم سوسائٹی بالخصوص نئی نسل کو بچانے کے لیے جدوجہد جاری رکھنا پڑ رہی ہے۔ اور جب تک قادیانیوں کا یہ رویہ اور سرگرمیاں جاری رہیں گی ہماری یہ جدوجہد بھی جاری رہے گی اور اس کی ذمہ داری قادیانیوں کے غلط رویہ اور طرزِ عمل پر ہی ہو گی۔

(۳) قادیانیوں کے حقوق کے بارے میں بڑے شدومد کے ساتھ بات کی جاتی ہے مگر ان حقوق کا انحصار دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ حقوق کا تعین اور عملداری بہر حال دستور کے تحت ہو گی جسے قادیانی تسلیم نہیں کر رہے اس لیے ان کے حقوق کا معاملہ مسلسل ابہام میں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے حقوق ان کی آبادی کے تناسب سے ہی طے ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ ملک کی آبادی میں ان کا جو تناسب ہے حقوق ومعاملات میں بھی اسی کے مطابق فیصلے ہوں گے۔ جبکہ آبادی میں ان کا تناسب صحیح طور پر معلوم ہونے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ووٹروں کی فہرست میں اپنے ناموں کے اندراج کا بائیکاٹ ختم کر کے ووٹ درج کرائیں تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ملک میں ان کی تعداد کیا ہے؟ اور دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ مردم شماری میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ قادیانیوں کی صحیح تعداد معلوم ہو جائے۔ اس کے بغیر ان

کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی اور جب تک صحیح تعداد سامنے نہ آئے بہت سے حقوق کا سرے سے تعین ہی نہیں ہوسکتا۔ جبکہ قادیانیوں نے ووٹروں کی فہرست میں نام لکھوانے کا بائیکاٹ غالباً اسی لیے کر رکھا ہے تاکہ ان کی صحیح تعداد سامنے نہ آسکے اور وہ دنیا کے سامنے جعلی اعداد وشمار کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں۔

قیام پاکستان کے وقت پنجاب کی سرحدی تقسیم کے موقع پر ضلع گورداس پور میں قادیانی حضرات نے اپنی آبادی کو خود ہی مسلمانوں سے الگ شمار کروایا تھا اس لیے انہیں اس بات پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی آبادی کو الگ طور پر شمار کیا جائے۔ جبکہ یہ بات دستور پاکستان کے مطابق ان کے حقوق اور معاشرتی حیثیت کے صحیح طے ہونے کا ذریعہ بھی ہے۔

ہمیں قادیانیوں کے سیاسی، شہری، انسانی، اور معاشرتی حقوق سے کوئی انکار نہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دستور کو تسلیم کریں اور آبادی میں اپنی صحیح تعداد کے تعین کے بارے میں ووٹوں کے اندراج یا مردم شماری کی صورت میں تعاون کریں، اس کے بغیر ان کے حقوق کے بارے میں کنفیوژن کو دور نہیں کیا جاسکتا۔ اور قادیانیوں کی تعداد کے بارے میں ان کے اپنے پیش کردہ اعداد وشمار پر اعتماد اس وجہ سے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے پیشوا کا حساب وکتاب کا ضابطہ دوسری دنیا سے مختلف ہے۔ مرزا قادیانی نے پچاس جلدوں میں ''براہین احمدیہ'' لکھنے کا وعدہ کیا تھا مگر پانچ جلدوں کی اشاعت کے بعد سلسلہ ختم کردیا اور یہ کہہ کر حساب نمٹا دیا تھا کہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہی تو ہوتا ہے۔ مگر کیا یہ فارمولا اپنی تعداد کے بارے میں قادیانیوں کے اعداد وشمار میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؟

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

عرب دنیا میں ترکِ قادیانیت کی تازہ لہر

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قادیانیت ہندوستان میں انگریز استعمار کا پیدا کردہ فتنہ تھا۔ جس نے امت مسلمہ کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر حملہ زن ہوکر مسلمانوں کے ایمان کو لُوٹنے کی پوری کوشش کی۔ بیرونی قوتوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے قادیانیت کو پروان چڑھا کر مسلمانوں کی اجتماعیت و مرکزیت پر کاری ضرب لگائی۔ 1928 میں حیفہ (اسرائیل) کے مقام پر قادیانی مشن قائم کیا گیا۔ اسرائیل جہاں مسلمانوں کو جان و ایمان کی آزمائشوں کا سامنا ہے۔ یہ قادیانی مشن وہاں آج بھی پوری آزادی سے کام کررہا ہے اور عرب دنیا میں اسرائیل کو قادیانیوں کے ہیڈ آفس کا درجہ حاصل ہے۔ دیگر ممالک بالخصوص اسرائیل سے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کا جو مذموم دھندہ شروع ہوا تھا۔ اُس کے نتیجے میں عرب ملکوں میں اس فتنے کی خوفناکیوں سے بے خبر مسلمان قادیانیت کو اِسلام سمجھ کر اِرتداد کا شکار ہوتے رہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قادیانیوں کے حمایتی لبرل اور سیکولر حضرات آخر اِس حقیقت کا ادراک کیوں نہیں کرتے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر پورے عالم اسلام پر قادیانیت کے کفر و اِرتداد کو واضح کردیا۔ ورنہ قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مستقلاً لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بن جاتے۔ قادیانی اگر اپنے مذہب کو اِسلام نہ کہیں تو اُن کی اصلیت آشکارا ہوجاتی ہے۔ دجل اور تلبیس ہی قادیانیوں کے وہ ہتھیار ہیں، جن کی بدولت وہ اپنی گمراہی اور ارتداد کو اِسلام کا نام دے کر دُنیا کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اُردن کے ایک جدید تعلیم یافتہ فرد جناب امجد سقلاوی جو پہلے مسلمان تھے، مگر قادیانیت سے ناواقفیت کی بناء پر قادیانیت کے فریب میں آکر اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر ہدایت سے نوازا، اور وہ چند برس پہلے قادیانیت کو ترک کرکے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوگئے۔ امجد سقلاوی مسلمان ہونے کے بعد فارغ نہ بیٹھے، بلکہ انہوں نے قادیانیوں پر اِسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لیے مسلسل محنت جاری رکھی ہے اور فیس بک پر روزانہ کی بنیاد پر اسلام کی دعوت کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔ قادیانیوں سے مستقلاً بحث و مباحثہ میں مشغول رہتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں قادیانیت کو چھوڑنے والوں میں امجد سقلاوی کا نام سرفہرست ہے۔ تمام سابق قادیانی نومسلم اُن کے رابطے میں ہیں۔

اب حال ہی میں اسلام کی روشنی سے منور ہونے والوں میں دیگر خوش قسمت افراد کے علاوہ فلسطین سے تعلق رکھنے والے معروف قادیانی جناب ہانی طاہر انٹرنیٹ کے ذریعے سامنے آئے ہیں۔ جنہوں نے 31/ اگست کو اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہ قادیانیت کے لیے بہت بڑا دھچکہ ہے۔ ان کے قبول اسلام سے عرب میں قادیانیت کی دیواریں اپنی بنیاد سے ہل گئی

ہیں، کیونکہ 47 سالہ سابق قادیانی مبلّغ ہانی طاہر کا شمار پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فلسطین اور مصر نیز دیگر عرب ممالک میں عرصہ دراز سے قادیانیت کا پرچار کرنے والے اہم افراد میں ہوتا تھا۔ یادرہے کہ استاد ہانی طاہر کے فلسطین میں قادیانی جماعت کے سربراہ شریف عودہ سے کچھ عرصہ سے قادیانی عقائد پر اختلافات بھی چلے آرہے تھے۔ جن کی وجہ سے فلسطین اور مصر میں قادیانی سرگرمیاں محدود ہوکر رہ گئی تھیں۔ ہانی طاہر کا قادیانیت ترک کرنا عرب ممالک میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے کارکنوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری اور اہل ایمان کے لیے ایک بہت بڑی فتح ہے۔ ہانی طاہر الیکٹریکل انجنیئرنگ میں ماسٹر اور الشریعہ میں بیچلر کی ڈگری رکھتے ہیں۔ وہ قادیانیوں کے عرب ٹی وی چینل 3 کے پروگراموں الحوار المباشر، سبیل الھدیٰ، قرائۃ فی الصحف اور الخزائن الروحانیۃ کے میزبان کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔

ہانی طاہر نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں بتایا کہ ''جب تک مرزا قادیانی کی تحریروں کا عربی زبان میں ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت تک ہمیں قادیانی جماعت کی طرف سے قادیانیت کے بارے میں جو کچھ بتایا جاتا تھا۔ ہم اُسے ہی سچ سمجھتے تھے، لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ شروع ہوا، اور خاص طور پر مرزا قادیانی کے جاری کردہ اشتہارات کا عربی ترجمہ ہوا، تو میری آنکھیں کھلیں اور مجھے پتہ چلا کہ مرزا قادیانی کی تو سبھی پیش گوئیاں جھوٹی نکلی تھیں اور الحمدللہ! میں اس فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچا کہ درحقیقت مرزا قادیانی نہ تو مہدی ہے اور نہ وہ مسیح موعود ہے۔''

ہانی طاہر کے مطابق مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد اُس کے جانشینوں نے بھی بہت سے ایسے عقائد ایجاد کرلئے تھے جو خود مرزا قادیانی کی تحریروں کے برعکس ہیں، لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں دجل وفریب کی اس دلدل میں مزید نہیں رہ سکتا۔ ہانی طاہر نے قادیانیوں کو نصیحت کی وہ بے شک اُن کے کہنے پر قادیانی جماعت نہ چھوڑیں، لیکن وہ صرف ایک بار خود مرزا قادیانی کی کتب کا مطالعہ کریں اور حقیقت تک پہنچیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر وہ مرزا قادیانی کا لکھا ہوا سارا لٹریچر براہ راست پڑھ لیں تو اُن کے لیے قادیانیت میں ایک دن رہنا بھی ممکن نہ رہے گا۔

ہانی طاہر نے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد خاموش ہوکر بیٹھ جانے کی بجائے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد اور قادیانیت کے دجل وفریب سے پردہ اٹھانا شروع کردیا ہے اور وہ تقریباً ہر روز ایک نیا ویڈیو بیان ''یوٹیوب'' پر اَپ لوڈ کرتے ہیں۔ جس میں مرزا قادیانی کی ناکام پیش گوئیوں سے لے کر، اُس کے پیش کردہ قرآن وحدیث کے جھوٹے حوالوں اور قادیانی جماعت کی مبالغہ آمیز بتائی جانے والی تعداد کے بارے میں حقائق سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ ہانی طاہر کے چشم کشا بیانات کے اثرات رنگ لارہے ہیں اور اُن کی بدولت مزید عرب حضرات جو قادیانیت کی دلدل میں پھنس چکے تھے، وہ واپس اسلام کی طرف لوٹنا شروع ہوگئے ہیں جو کہ ایک خوش آئند بات ہے۔

قادیانی اس صورت حال سے بہت پریشان نظر آتے ہیں۔ عرب قادیانی چینل ایم ٹی اے کی ٹیم نے شریف عودہ قادیانی کی سربراہی میں ہانی طاہر کی پیش کردہ ویڈیوز کے جوابات وڈیوز کے ذریعے دینے کی ناکام کوشش کی ہے، مگر اُن میں ہانی

طاہر کی ذات کے خلاف طعن وتشنیع کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور وہ ابھی تک ہانی طاہر کے پیش کردہ دلائل اور حوالہ جات کو غلط ثابت نہیں کر سکے، قادیانی ہانی طاہر کو مخاطب کرتے ہوئے کبھی یہ کہتے ہیں کہ کیا تم پہلے جاہل اور اندھے تھے جو تم مرزا قادیانی کو مہدی، مسیح اور نبی سمجھتے تھے؟ کبھی کہتے ہیں کہ تم خود مرزا قادیانی کی صداقت کی دلیلیں دیا کرتے تھے، مگر اَب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وغیرہ، وغیرہ۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق شریف عودہ قادیانی نے اپنی ایک وڈیو میں اپنا غصہ یہ کہہ کر نکالا ہے کہ ''ہانی طاہر کے قادیانی جماعت چھوڑنے سے پہلے ہی ہماری بہت سے قادیانیوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہانی طاہر مرتد ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔'' واضح رہے کہ ہانی طاہر کوئی عام قادیانی نہیں تھا، بلکہ اُس نے قادیانیت پر کیے گئے مسلمانوں کے اعتراضات کے جواب میں ساڑھے تین سو صفحات کے قریب ایک کتاب ''شبہات و ردود'' کے نام سے عربی میں لکھی تھی۔

اب قادیانیت کے مکروفریب سے بڑی تیزی کے ساتھ پردہ ہٹتا چلا جا رہا ہے، کیونکہ بہروپ کی زندگی بہت مختصر ہوا کرتی ہے۔ مجلس احرار اسلام کے بزرگ قادیانیت کو مذہب نہیں، بلکہ سیاسی مرتد گروہ سمجھتے تھے۔ جس نے مذہب کی چادر اَوڑھ کر برطانوی استعمار کے مقاصد کی تکمیل کو حرزِ جاں بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر برطانیہ میں ہے اور اُن کا سربراہ مرزا مسرور بھی برطانیہ کو اَپنا مسکن بنائے ہوئے ہے۔ ہانی طاہر بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا ہے۔ اب عرب دنیا کے قادیانی اسلام کی حقانیت کو پا رہے ہیں۔ حال ہی میں شام اور مصر اور سے تعلق رکھنے والی تین عرب قادیانی خواتین نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان میں سے ایک خاتون کا تعلق شریف عودہ قادیانی کے علاقہ فلسطین سے بتایا جاتا ہے۔ یہ خاتون پیشے کے لحاظ سے صحافی ہیں۔ اسی طرح ایک اور قابل ذکر قادیانی احمد محمود عبدالجواد نے بھی حال ہی میں قادیانیت کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ جبکہ ستمبر کے اوائل میں مصر سے تعلق رکھنے والے استاد فاروق اسماعیل اور ان کے دوستوں کا ایک پورا گروپ اپنی فیملیوں سمیت قادیانیت سے توبہ تائب ہو کر اسلام قبول کر چکا ہے۔

ان بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ عرب ممالک میں تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے مسلمان اپنی حکمت عملی میں تبدیلی لائیں اور بکھرتے ہوئے قادیانی نیٹ ورک کو سنبھالیں اور متذبذب قادیانیوں کو اسلام کے دامن میں لانے کے لیے دن رات ایک کر دیں۔ تاکہ عالم اسلام میں قادیانیت کے ناپاک وجود سے پاک ہو جائے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے کارکنان اپنے آپ کو اِس محاذ پر روایتی طریقۂ کار کی بجائے دلائل اور براہین کے جدید ہتھیاروں سے مسلح کریں۔ جدید اسلوبِ گفتگو اور مکالمہ کی زبان استعمال میں لائیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے میدان میں اپنا کردار اَدا کریں اور قادیانیوں کی عالم اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کو بے نقاب کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ قادیانی دنیا میں بھونچال پیدا نہ ہو اور عرب ملکوں میں ترکِ قادیانیت کی یہ تازہ لہر اسلام کی سربلندی اور نشاۃِ ثانیہ کی باعث بن جائے۔

❁❁❁

دینی مدارس کے خلاف ایک نئے راؤنڈ کی تیاریاں

مولانا زاہد الراشدی

یوں لگتا ہے کہ دینی مدارس کے خلاف کاروائیوں کا ایک نیا راؤنڈ شروع ہونے والا ہے اور اس بار اس کا دائرہ وہدف پنجاب نظر آرہا ہے۔ سندھ میں یہ سلسلہ اس وقت جاری ہے جبکہ پنجاب میں اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ گزشتہ ہفتہ کے دوران دو مختلف اخباروں میں شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق اس حوالہ سے پنجاب حکومت کی سرگرمیوں کا جو نقشہ سامنے آرہا ہے وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے صوبائی اپیکس کمیٹی کے ممبران جن میں کور کمانڈر لاہور، صوبائی وزیر داخلہ، چیف سیکرٹری پنجاب، ڈی جی رینجرز پنجاب، جنرل آفیسر کمانڈنگ ۱۰ ڈویژن، انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب، سیکرٹری داخلہ، سیکرٹری اوقاف و مذہبی امور اور دیگر کے ساتھ متعدد اجلاس منعقد کر کے دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانے کی غرض سے سفارشات تیار کی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

☆ صوبے میں موجود تمام مدارس کو وزارت تعلیمات حکومت پاکستان کے زیر انتظام لایا جائے۔

☆ مدارس کے نصاب میں تبدیلی ضروری ہے مگر وہ صوبائی سطح پر نہیں وفاقی سطح پر کی جائے تا کہ پورے ملک میں یکساں نصاب رائج ہو۔

☆ ریگولیٹری اتھارٹی، پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو مضبوط بنایا جائے۔

☆ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ مستقل بنیادوں پر نصابی پالیسی تشکیل دے۔

☆ دینی مدارس میں ان کے اپنے نصاب کے ساتھ کلاس ششم کے طلبہ و طالبات کو باضابطہ طور پر انگلش کا لازمی مضمون پڑھایا جائے۔

☆ چونکہ حکومت مدارس میں اپنا نصاب پڑھانے کا ارادہ بھی رکھتی ہے اس لیے سرکاری کتب پڑھانے کے لیے جو اساتذہ رکھے جائیں ان کی تنخواہیں حکومت پاکستان ادا کرے تا کہ مدارس پر اضافی مالی بوجھ نہ پڑے۔

یہ تو وہ سفارشات ہیں جو پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کو بھجوائی ہیں جبکہ ایک خبر کے مطابق خود پنجاب حکومت نے اپنے طور پر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ

☆ پنجاب حکومت نے دینی مدارس کا آڈٹ سکیورٹی اداروں سے کروانے کی منظوری دے دی ہے۔

☆ سابقہ ریکارڈ کی چھان بین کومبنگ آپریشن کا حصہ ہے۔

☆ سکیورٹی ادارے مدارس کا تمام ریکارڈ چیک کریں گے اور ضرورت کے مطابق چھان بین بھی کریں گے۔

یہ دینی مدارس کے حوالہ سے مستقبل کے حکومتی عزائم اور اقدامات کی ایک جھلک ہے جس کی تیاریاں جاری ہیں جبکہ بعض ذرائع کے مطابق پنجاب کے معاملات میں رینجرز کی آمد بھی اسی حوالہ سے محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ رینجرز اور پولیس کے درمیان اس آپریشن کے حوالہ سے اختیارات کی تقسیم کا کوئی حتمی فارمولا طے ہو جانے پر سرگرمیوں کا آغاز ہونے والا ہے۔

دینی مدارس ایک عرصہ سے اس قسم کی سرکاری پالیسیوں کا ہدف چلے آرہے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کوئی نہ کوئی نیا فارمولا سامنے آتا رہتا ہے۔ اور اب محسوس یہ ہو رہا ہے کہ دینی مدارس پر یہ دباؤ عالمی سطح کے ساتھ ساتھ قومی سطح پر بھی اپنی انتہا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ دینی مدارس کا بنیادی کردار یہ ہے کہ وہ پاکستانی معاشرہ میں دینی تعلیم کا تسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں جو دستوری حوالہ سے تو خود ریاستی تعلیمی نظام کی ذمہ داری بنتا ہے لیکن چونکہ ریاستی تعلیمی ادارے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے آج تک تیار نہیں ہوئے اس لیے دینی مدارس اپنا کام کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک اہم شخصیت نے مجھ سے پوچھا کہ دینی مدارس یہ تعلیم کیوں دے رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تعلیم دینا حکومت کی ذمہ داری ہے مگر حکومت نہیں دے رہی اس لیے دینی مدارس معاشرے کی یہ دینی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ ورنہ اگر سعودی عرب، مصر، سوڈان، اور دیگر بہت سے مسلم ممالک کی طرح قرآن وحدیث، فقہ وشریعت، اور عربی کی تعلیم کو ریاستی تعلیمی نصاب کا حصہ بنا لیا جائے اور قومی ومعاشرتی ضروریات کے مطابق اس کا عملی اہتمام بھی کیا جائے تو دینی مدرس کے موجودہ نظام کی ضرورت وافادیت کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر حکومت خود بھی دینی تعلیم نہ دے اور جو ادارے یہ تعلیم دے رہے ہیں ان کے راستے میں بھی رکاوٹیں کھڑی کرتی رہے یا مداخلت کر کے ان میں اپنا مشکوک ایجنڈا شامل کرتی رہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں بنتا کہ ہماری اسٹیبلشمنٹ بتدریج دینی تعلیم کو ہی ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اور ماضی میں جامعہ عباسیہ بہاولپور اور جامعہ عثمانیہ طرز کے بیسیوں مدارس کے حوالے سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ دینی مدارس کے بارے میں اس قسم کی کوئی پالیسی جب بھی سامنے آتی ہے تو نہ صرف دینی حلقوں بلکہ ایک عام مسلمان کے ذہن میں بھی پہلا تاثر یہی ابھرتا ہے کہ یہ اقدامات دینی مدارس کے خلاف نہیں بلکہ دینی تعلیم کے خلاف ہیں اور پھر ان پالیسیوں کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ بھی اسی تناظر اور نفسیات کے دائرے میں کیا جاتا ہے۔

دوسری طرف دینی مدارس کے نظام ونصاب کی نمائندگی کرنے والے وفاقوں کی صورتحال یہ ہے کہ حکومتی اداروں کے ساتھ کوئی دوٹوک بات کرنے کی بجائے مذاکرات کے ذریعہ وقت گزاری کے عمل کو ترجیح دی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ مذاکرات کے ہر عمل کے بعد حکومتی مطالبات کا کوئی نہ کوئی حصہ تو دینی مدارس کے نصاب ونظام کا حصہ بن جاتا ہے مگر دینی مدارس کے خلاف دباؤ میں کمی اور ان کی آزادی وخودمختاری کے تحفظ کی کوئی ضمانت حکومتی حلقوں کی طرف سے سامنے نہیں آتی۔ بلکہ ہم تو حکومتی حلقوں کو شاید یہ بھی نہیں کہہ پا رہے کہ جب ملک بھر میں مختلف شعبوں میں پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا نظام اور نیٹ ورک موجود ہے جس کا دائرہ مسلسل پھیل رہا ہے تو پرائیویٹ سیکٹر میں صرف دینی مدارس کی موجودگی ہی ریاستی اداروں کو کیوں دکھائی دے رہی ہے۔ بہر حال اس سلسلہ میں موجودہ صورتحال کا از سر نو جائزہ لینا اور دینی تعلیم کے تحفظ کی جدوجہد کی نئی ترجیحات طے کرنا ضروری ہو گیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ کام کرے گا کون؟

مودی حکومت نے قادیانیوں کو مسلم فرقہ قرار دے دیا

منیر احمد شاہ

بھارتی حکومت نے اسلام اور مسلم دشمنی میں قادیانیوں کو مسلمان فرقہ کے طور پر تسلیم کر لیا مودی حکومت نے قادیانیوں کو اسلام کے ایک فرقے کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ گزشتہ دنوں ۲۰۱۱ کی مردم شماری کے اعداد و شمار سرکاری طور پر ظاہر کیے گئے جس میں یہ بات سامنے آئی کہ قادیانی اسلام کا ایک فرقہ ہے اس سے قبل بھارتی حکومت کی جانب سے جاری کی گئی رپورٹ میں اسلامی فرقوں کے طور پر سنی، شیعہ، بوہرہ اور آغا خانیوں کے ناموں کا اندراج تھا۔ اطلاعات کے مطابق بھارتی حکومت گزشتہ برس تک قادیانیوں کو اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کرنے سے گریز کرتی رہی جبکہ اس سے قبل ہائی کورٹ نے بھی اپنے ایک فیصلے میں قادیانیوں کو اسلام کے ایک فرقے کے طور پر تسلیم کیا تھا مودی نے حال ہی میں قادیانیوں کی امن پسندی اور رواداری کی تعریف کی اور یہ کہا تھا کہ قادیانی فرقہ اپنی مذہبی رواداری اور عالمی بھائی چارے کے لیے ایک مثال ہے۔ قادیانی فرقے کو مسلمانوں کا حصہ تسلیم کرنے والے ۲۰۱۱ کی مردم شماری رپورٹ کا حصہ انڈین میڈیا کی خصوصی دلچسپی کا باعث رہا۔ بھارتی میڈیا نے خصوصی طور پر اپنی نشریات میں اس بات کو نمایاں کیا کہ مسلم فرقوں میں یہ فرقہ سب سے زیادہ رہا اور کچلا ہوا ہے اکثریتی سنی فرقے نے اس پر بہت مظالم ڈھائے ہیں اور میڈیا کے مطابق مودی سے قبل کی بھارتی وفاقی حکومتیں سنیوں کے خوف سے قادیانیوں کے ساتھ انصاف کی جرأت نہیں کر پاتی تھیں، یہ پہلا موقع ہے کہ انھیں انصاف ملا ہے۔ تبصراتی رپورٹنگ کے بعد ادارتی کالموں کا رخ بھی یہی رہا واضح رہے کہ مردم شماری کے دوران اس عقیدے کے افراد بھی اپنے آپ کو ''مسلم'' لکھواتے اور اپنا تعلق دین اسلام سے ظاہر کرتے رہے ہوں اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بھارتی حکومت اور پوری ہندوستانی سیاست قادیانیوں پر ہمیشہ کرم فرما رہی ہے لیکن یہ پالیسی ان کے ساتھ خالص ہمدردی سے زیادہ مسلم سوادِ اعظم کی مخالفت کار فرما ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے خارج از اسلام ہونے کا قانون منظور کیا اس دوران بھارت میں قادیانیوں سے ہمدردی اور ان کی مظلومیت پر ماتم کا عالم دیکھنے اور غور کرنے کے قابل تھا لیکن اس میں بھی قادیانیوں سے ہمدردی سے زیادہ سنی ''ظالموں'' کے ''ظلم وسفاکی'' کی مذمت کا پہلو زیادہ ابھرا ہوا تھا اب وہی ذہنیت مردم شماری کی زیر بحث رپورٹ پر دیکھی جا رہی ہے۔ فروری ۲۰۱۲ء میں بھارتی مسلمانوں کے مطالبے پر مسلم اوقاف نے قادیانیوں کی املاک کو مسلم اوقاف سے الگ کر دیا تھا مسلم اوقاف نے کہا ہے کہ قادیانی اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں لہٰذا وہ مسلمان نہیں اور نہ ہی ان کی املاک کو مسلم اوقاف میں شامل کیا جا سکتا ہے مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان تنازع اس

وقت پیدا ہوا تھا جب حیدرآباد دکن میں قادیانیوں نے قدیم قطب شاہی مسجد پر قبضہ کرلیا مسلمانوں کے احتجاج پر مسلم اوقاف نے مسجد کا قبضہ واپس لے لیا، اپریل ۲۰۱۲ء میں بھارتی صوبے آندھراپردیش وقف بورڈ نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا اور ان کی عبادت گاہیں اور اداروں کا ریکارڈ وقف بورڈ سے خارج کردیا تھا۔ مردم شماری رپورٹ میں مسلم فرقہ کی حیثیت سے قادیانیوں کی شمولیت کی تائید میں جسٹس کالجو کے بیان کا ہندوستان بھر میں ردعمل ہو رہا ہے، دارالعلوم دیوبند نے بھی جسٹس کالجو کے بیان کی شدید مذمت کی ہے اور اس کو انصاف وسچائی کا سنگین قتل قرار دیا۔ اپنے بیان میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم کے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے کہا کہ جسٹس کالجو کا بیان نہایت ہی غیر منصفانہ اور حد درجہ غیر حقیقت پسندانہ ہے اس لیے کہ اسلام صرف زبانی دعوی کا نام نہیں بلکہ چند بنیادی اصولوں اور ضروری حقیقتوں کو تسلیم کرنے کا نام ہے ان میں ایک اہم اور بنیادی اصول ختم نبوت یعنی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حیثیت سے آخری نبی تسلیم کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کیا جائے گا اس کے بغیر کوئی فرد یا گروہ اپنے خودساختہ اسلام کی چاہے کتنی ہی دلیلیں پیش کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا اور نہ اس کو ملت اسلامیہ میں شامل اور شمار کیا جاسکتا ہے۔ جسٹس کالجو اگر قادیانی فرقہ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ ''قادیانیت'' کسی مذہبی فرقہ کا نام نہیں ہے بلکہ مذہب کے نام پر مختلف مذہبی آبادیوں میں انتشار برپا کرنے کے لیے قادیانیت کو پیدا کیا گیا چنانچہ قادیانی اپنے پیشوا کو ''کرشن'' قرار دے کر ہندو برادران وطن کے درمیان مذہبی انتشار کو ہوا دیتے اور اپنے بانی کو ''یسوع مسیح'' بتا کر عیسائی برادری میں مذہبی بے چینی پیدا کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں میں اس شخص کو بعوذ باللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ''دوسرا روپ'' قرار دیکر ان کی شدید دل آزاری کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ قرار دینے کی بنیاد کسی ملک کا فیصلہ نہیں ہے مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں یہ فیصلہ بہت پہلے ہی کردیا گیا آزادی سے پہلے ۱۹۳۵ء میں بھاولپور کی عدالت میں اس فیصلہ کو قانونی حیثیت سے قبول کیا گیا اس کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم رابطہ عالمی اسلامی (ورلڈ مسلم لیگ) نے ۱۹۷۴ء میں مقدس شہر مکہ مکرمہ میں منعقدہ اپنی انٹرنیشنل کانفرنس میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیا۔ شاعر مشرق بیرسٹر علامہ اقبال نے بھی بہت پہلے ہی اپنے عالمانہ اور فاضلانہ لیکچرز میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا پوری شدت سے مطالبہ کیا تھا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سابقہ مردم شماری رپورٹوں میں قادیانیوں کا کسی فرقہ حیثیت سے کوئی ذکر نہیں تھا، یہ موجودہ حکومت کی شرارت اور شرانگیزی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنی تخریبی پالیسی کے تحت تازہ مردم شماری رپورٹ میں قادیانیوں کو مسلم فرقہ کی حیثیت سے شامل کیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کو مختلف مسائل میں الجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ اوصاف کراچی، ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۶ء)

امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ آپؓ کے پرنور چہرہ پر چیچک کے نشانات تھے جبکہ آں موصوفؓ کی رنگت سفید مائل زردی تھی اور زلفیں کندھوں تک آئی ہوتی تھیں۔ آپؓ خاندان بنوامیہ سے تھے۔ ذہن میں رہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے خواہش کے مطابق مشرقی ومغربی پاکستان میں سب سے پہلے پاکستان کا جھنڈا الہرانے والے عثمانی برادران (مولانا شبیر احمد عثمانی ومولانا ظفر احمد عثمانی) بھی سیدنا عثمانؓ کے خاندان سے تھے۔ اور قائداعظم محمد علی جناح کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ بھی مولانا شبیر احمد عثمانی ہی نے پڑھایا تھا۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے اور ناشر قرآن بھی۔ آپ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے چوتھے فرد تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدہ رقیہؓ سے سیدنا عثمانؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے اور انہی عبداللہؓ کے نام پر سیدنا عثمانؓ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' تھی۔ مروج الذہب کے مطابق ان عبداللہؓ بن عثمانؓ کا انتقال 76 سال کی عمر میں ہوا۔ سیدنا عثمانؓ اور سیدہ رقیہؓ کے ان صاحب زادے اور نبی عیہ السلام کے نواسے جناب عبداللہؓ کی اولاد دفی زمانہ بھی پاکستان کے کچھ علاقوں میں موجود ہے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پرملال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری بیٹی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس بیٹیاں (ایک روایت کے مطابق سو) بھی ہوتیں تو میں اسی طرح ایک کے بعد ایک، عثمانؓ کے نکاح میں دیتا جاتا۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔ اس صفت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کا لقب ''ذوالنورین'' یعنی ''دونوروں (روشنیوں) والا'' ہے۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ 12 سال تک امتِ مسلمہ کے خلیفہ رہے اور کئی ممالک فتح کر کے خلافت اسلامیہ میں شامل کیے۔ آذربائیجان، آرمینیا، ہمدان کے علاقوں میں بغاوت ہوئی، جس کا قلع قمع امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی ہوا۔ اور اس بغاوت کا سدباب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی بغاوتوں کے سدباب کی طرح ہی اہم تھا۔ مزید یہ کہ ایران کے کئی علاقے مثلاً بیہق، نیشاپور، شیراز، طوس، خراسان وغیرہ بھی خلافت

عثمانی میں ہی فتح ہوئے اور قیصر روم بھی آں محترمؓ کے دور میں ہی واصل نار ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی بحری جہاد کا آغاز ہوا۔ بحری جہاد کی ابتداء کرنے والے لشکر کے لیے جنت کی خوشخبری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لسان مبارکہ سے ارشاد فرما چکے تھے۔ ۲۷/ ۲۸ ہجری میں امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اس وقت کے حاکم شام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا بحری بیڑا تیار کیا اور جزیرۂ قبرص سمیت کئی اہم خطوں پر پرچم اسلام لہرایا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شرم وحیا اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی زنا نہیں کیا اور نہ ہی کبھی شراب نوشی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ انتہائی نرم خو اور سخی تھے۔ متعدد مرتبہ نادار اور مجبور مسلمانوں کے لیے اپنا مال بغیر کسی قیمت کے فی سبیل اللہ خرچ کیا۔ اور کئی دفعہ جہاد کے لیے مالی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال وزر پیش کیا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سخاوت جنت کا درخت ہے اور عثمانؓ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہیں اور کمینگی جہنم کا درخت ہے اور ابوجہل اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی ہے (کنز العمال)۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک سے کپڑا نسبتاً زیادہ اوپر اٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں علم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ چلے آرہے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی عجلت میں کپڑا نیچے کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس ضمن میں استفسار فرمایا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ: کیا میں اُس سے حیا نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں (مسلم)۔ سیدنا عثمانؓ نے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ دختر نبیؐ سیدہ رقیہؓ علیل تھیں، جس وجہ سے نبی علیہ السلام نے خود سیدنا عثمانؓ کو غزوہ بدر میں شرکت سے رخصت دی، مگر سیدنا عثمانؓ اس عدم شرکت کے باوجود فضائل ومناقب کے لحاظ سے شرکاء بدر میں شامل ہیں۔ آپؓ نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شرکت فرمائی، اسی لیے آپؓ کو ذوالہجرتین (دو ہجرتوں والا) بھی کہا جاتا ہے۔ سیدنا عثمانؓ کا شمار مالدار صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ آپؓ نے اپنے مال کو ہمیشہ اہل اسلام اور راہ باری تعالیٰ میں خرچ کیا اور اس ضمن میں ہمیشہ صف اول میں بھی سب سے آگے ہوا کرتے۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی پانی کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کے لیے بئر رومہ نامی کنواں خریدنا ہو یا غزوہ تبوک کے موقع پر بے سروسامان صحابہؓ کے لشکر پر خرچ کرنے کا موقع ہو، ہر موقع پر سیدنا عثمانؓ نے اپنے اموال اللہ کی راہ میں بے دریغ نچھاور کیے۔ سیدنا عثمانؓ کے صالحانہ وبے لوث کردار اور خدمت اسلام کی وجہ سے ہی نبی علیہ السلام نے غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمایا کہ ''آج کے بعد عثمانؓ پر ان کے کسی عمل کے سبب پکڑ نہ ہوگی۔ مسجد نبوی کے توسیع میں بھی سیدنا عثمانؓ کا مالی کردار نا قابل فراموش ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی چند لوگوں کو ہی معلوم ہوگی کہ اسلام میں سب سے پہلے سیدنا عثمانؓ نے حلوہ تیار فرمایا، جسے خَبِیص کہا جاتا ہے جو کہ شہد، میدے/ آٹے اور گھی سے

تیار کیا گیا۔ سیدنا عثمانؓ نے حلوہ تیار کرکے اسے نبی علیہ السلام کی خدمت میں، جو کہ اس وقت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے، پیش کیا تو نبی علیہ السلام نے حلوہ تناول فرما کر اس کی تعریف فرمائی اور استفسار فرمایا کہ کس نے بھیجا ہے؟ معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عثمانؓ کے ساتھ راضی ہونے کی دعا فرمائی۔

صلح حدیبیہ کے سال نبی علیہ السلام اپنے صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے جانب مکہ عازم سفر ہوئے مگر معلوم ہوا کہ کفار مکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمرہ ادا کرنے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر گفت وشنید کے لیے مکہ بھیجا جہاں کفار نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اڑا دی۔ اس پر نبی علیہ السلام کو انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کے قتل ناحق کا انتقام لینے کے لیے اپنے ساتھ موجود تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ سے فرداً فرداً بیعت لی، اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعتِ رضوان کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دست مبارک قرار دیتے ہوئے انؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بدولت تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ آپ کو ایک قمیص پہنائے گا (یعنی خلافت عطا فرمائے گا) لوگ چاہیں گے کہ آپ وہ قمیص اتار دیں (یعنی خلافت سے دستبردار ہو جائیں) اگر آپ لوگوں کی وجہ سے اس سے دستبردار ہوئے تو آپ کو جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سبائی بلوائیوں کے پرزور مطالبہ کے باوجود بھی منصب ِخلافت سے دستبردار نہ ہوئے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان لٹا دی۔ انہی ناہنجار سبائیوں کے محاصرہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دریچہ سے ظاہر ہو کر انتہائی مشفقانہ انداز میں ان عاقبت نا اندیش سبائی آلہ کاروں کو ان الفاظ میں تنبیہ کی:

''میری دس خصال میرا رب ہی جانتا ہے مگر تم لوگ آج ان کا لحاظ نہیں کر رہے

۱۔ میں اسلام لانے میں چوتھا ہوں

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادیؓ میرے نکاح میں دی

۳۔ جب پہلی صاحب زادیؓ فوت ہوئی تو دوسری میرے نکاح میں دے دی

۴۔ میں نے پوری زندگی کبھی گانا نہیں سنا

۵۔ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی

۶۔ جس ہاتھ سے حضور علیہ السلام کی بیعت کی، اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا

۷۔ میں نے جب سے اسلام قبول کیا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ میں نے کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو، اگر کسی جمعہ کو میرے پاس غلام نہیں تھا تو میں نے اس کی قضاء کی

۸۔ زمانۂ جاہلیت اور حالت اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا

۹۔ میں نے کبھی چوری نہیں کی

۱۰۔ میں نے نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ہی پورا قرآن حفظ کرلیا تھا

اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھ سے توبہ کرالو۔ واللہ! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نماز پڑھ سکو گے اور نہ دشمن سے جہاد کرسکو گے۔ اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہوجائے گا“۔

مگر سازشی مفسد ینکی سعقلیں ماؤف اور ضمیر مردہ ہو چکے تھے۔ اسی سبائی سازش کے نتیجہ میں خلیفۂ وقت امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا گیا۔ اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عام مسلمان بغرض حج مکہ مکرمہ میں تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دست بردار ہونے کو کہا گیا مگر بحکم نبوی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ رَد کر دیا۔ اور چالیس دن بھوکے پیاسے روزہ کی حالت میں ان سازشی سبائیوں کے محاصرہ میں اپنے گھر میں ہی مقید رہے۔ دن رات نماز وتلاوت قرآن میں مشغول رہے۔ اور بالآخر ۱۸ ذی الحج، ۳۵ ہجری کو دوران تلاوت شہید کر دیے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

امام جود وسخا، پیکر شرم وحیا، ہم زلف علی مرتضیٰؓ، کاتبِ وحی، ذوالنورین، فاتح افریقہ، خلیفۂ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت ومنقبت کے تفصیلی احاطہ کے لیے یہ سطور نا کافی ہیں اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت مطہرہ کے محض چند پہلو سپرد تحریر کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ان مقدس شخصیات کی عظمت کے تحفظ کیلئے ہماری جان، مال اور وقت اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمالے، امین۔

بروایت ترمذی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں، میرے رفیق جنت عثمانؓ ہیں۔ ترمذی ہی کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کا جنازہ لایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھنے سے انکار فرمادیا، صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ! ہم نے تو کبھی آپ کو کسی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتے نہیں دیکھا، تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس شخص کو عثمانؓ سے بغض تھا پس اللہ کو بھی اس سے نفرت ہے۔ بروایت بخاری، ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ احد پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد! رک جا! اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ غور فرمایئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے پہاڑ کی حرکت بھی برداشت نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ رک جا! سوچیے کیا آج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و رفعت اور علوشان کے منافی فکر رکھنے والوں کی دارو گیر اور سرزنش روک دی جائے؟ صحابہ کرامؓ کے لیے، نبی کریم، رحمت

اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو پہاڑ کی حرکت برداشت نہیں کرتے تو کیا آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وایقان پر اعتراضات برداشت کر لیے جائیں؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ان مہکتے پھولوں کو ایمان سے عاری مشہور کرنے کا متوازی اسلام منصوبہ بآسانی پنپنے دیا جائے؟ ہرگز نہیں!!! اللہ تعالیٰ ہمیں عظمت صحابہؓ کے تحفظ کے لیے حتی المقدور سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ چونکہ مکتب نبوت کے ایک اہم اور لائق شاگرد تھے انہوں نے اپنے مربی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے نتیجہ میں جہاں اور کئی مواقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے مطابق قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے احسن انداز اختیار فرمائے وہاں سیدنا عثمانؓ نے وقتاً فوقتاً علم وحکمت اور دانائی وتدبر سے بھرپور کلمات بھی ارشاد فرمائے جن میں سے چند ایک پیش ہیں:

☆ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا

☆ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جائے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے

☆ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے

☆ متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو تو سمجھے کہ وہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہو گیا

☆ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے

☆ دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو قبر اس کے لیے باعث راحت ہوگی

☆ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو

☆ محاصرہ کے زمانہ میں جب اتمام حجت کے لیے آپ نے بالا خانہ سے سر باہر نکالا تو فرمایا مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ متفقہ قوت کے ساتھ قتال نہ کر سکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہو جائے گا اور باہم مختلف ہو جاؤ گے

☆ محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! آپ تو مسجد نہیں جا سکتے انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں تو آپ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، ہاں برے کاموں میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرو۔

دو عظیم بھائی......سیدنا عثمان وسیدنا علی رضی اللہ عنہما

محمد یوسف شیخوپوری

ایک معاشرتی اصول ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرتا ہے اور اس حیاتِ مستعار میں صرف خالی تعلق ہی نہیں بلکہ رشتہ داری، صلہ رحمی اور نسبی مراسم کو ہمیشہ استوار و قائم رکھتا ہے اور اخوت وایثار، محبت ومودّت کے سلسلہ کو زندگی کے کسی موڑ پر بکھرنے نہیں دیتا تو یہ ان کی خویشگی کا پختہ مظاہرہ تصور کیا جاتا ہے اور باہم یگانگت کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ جب معاشرے کے اس فطری اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے غور وفکر کریں تو دو بھائیوں میں الفت و پیار کی ایک مضبوط اور لازوال داستان نظر آتی ہے۔ یہ دو بھائی کون ہیں؟ ان کا تعارف کیا ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ یہ وہ ہستیاں ہیں جو اہل سنت والجماعت کی آنکھوں کا سرمہ ہیں جن کی جوتیاں ہمارے سروں کا تاج ہیں۔ دونوں کے گھر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور (لختِ جگر) آیا۔ دونوں کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ دونوں کو جنت کی بشارت ملی۔ دونوں نے ہجرت کی۔ دونوں کو شہادت کا رتبہ ملا۔ مگر فرق یہ ہے کہ ایک کو ذوالنور کہتے ہیں تو دوسرے کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ ایک ذوالبشارت ہے تو دوسرا بھائی ذوالبشارتین ہے۔ ایک ذوالہجرت ہے تو دوسرا ذوالہجرتین ہے۔ ایک ذوالبیعت ہے تو دوسرا ذوالبیعتین ہے۔ ایک کوفہ میں شہید ہوا تو دوسرا مدینۃ الرسول کا شہید ہے۔ اگرچہ قاتل دونوں کا ایک ہے مگر ایک کے خون کا گواہ کوفہ کا بازار ہے تو دوسرے کے خون کا گواہ مدینہ طیبہ کا بازار ہے اور قرآن کا ورق ہے۔ ایک قرآن کی دعوت دیتا شہید ہوا۔ تو دوسرا قرآن کی تلاوت کرتا ہوا شہید ہوا ایک شجاعت کا تاجدار ہے تو دوسرا حیاء وسخاوت کا بادشاہ ہے۔ ایک نے قرآن کی حفاظت کی ہے تو دوسرے نے اسی قرآن کی اشاعت وطبع کر کے محفوظ ہاتھوں سے امت کے حوالے کیا ہے۔ ایک کو دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو دوسرے کو دوہرا دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

آیئے! ذرا دونوں میں یگانگت ویک جہتی کی جھلکیاں ملاحظہ کریں۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسبِ سابق جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے دو خلفاء کی بیعت کی اسی طرح اب تیسرے خلیفہ کی بھی خوشی قلب علی الاعلان بغیر جبر واکراہ کے بیعت خلافت کی (الامالی)۔ پھر پورے دورِ عثمانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشیرِ خاص رہے۔ عہدۂ قضا پر فائز رہنے کے ساتھ ساتھ اجرائے احکام اور حدود کے نفاذ کے علاوہ دیگر امورِ خلافت میں خاص معاون رہے۔

خلیفہ برحق کی جانب سے انھیں مخصوص ہدایہ اور عنایات وعطایات سے نوازا جاتا رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے ساتھ فتوحات وغزوات کے سلسلہ میں ہم دم رہے۔ مثلاً طرابلس، افریقہ، خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کی فتوحات میں خود بمع اپنے خاندان کے جہادِ اسلامی میں شریک ہوکر عثمانی لشکر میں شمار ہوئے۔ جب حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رشتہ کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پہ حاضر ہوکر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات کی تو آقا علیہ السلام نے پسند فرما کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اس نکاح کے گواہ بننے والے شیخین کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ بعد میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ادائیگی حق مہر کے سلسلہ میں اپنی پرانی سی زرہ فروخت کرنا چاہتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۴۰۰ درہم کی وہ زرہ خرید کر ساری رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے زرہ بھی واپس کردی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپسی آکر سارا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا (کشف الحمد، شرح مواہب)۔ دونوں میں پیار ومحبت کا یہ عالم کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بار ہا حضرت عثمان کے حق میں مومن، متقی، صالح، سابق الخیرات، غیر معذب اور جنتی ہونے کا اعلان کیا اپنے دور خلافت میں فرمایا ” **انا واللّٰہ علی اثر الذی أتیٰ بہ عثمان** “ اللہ کی قسم میں اسی نقشِ قدم پر چل رہا ہوں جس پر عثمان آئے تھے۔ (انساب الاشراف)۔ ایک موقع پر فرمایا ” **من تبرا من دین عثمان فقد تبرا من الایمان** “ جو شخص عثمان کے دین سے بری ہے وہ ایمان سے ہی بری ہے (الاستیعاب) یعنی جو عثمان کے دین سے تبری و بیزاری اختیار کرے وہ گویا کہ ایمان واسلام سے بری ہوگیا اس کے اسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔

بعض آدمیوں نے آپ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ بہترین شخص تھے، چوتھے آسمان میں آپ کا نام ذوالنورین ہے، ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا جو شخص ایک مکان خرید کر مسجد میں اضافہ کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت کرے گا وہ عثمان ہی ہیں آپ نے فرمایا: جو فلاں قبیلہ کا مَربد (باڑہ) خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کے لیے بخشش و مغفرت ہوگی۔ وہ بھی عثمان ہیں آپ نے فرمایا جیش العسرہ (غزوہ تبوک) والے لشکر کے لیے جو تیاری کا سامان دے گا وہ اللہ کے ہاں مغفور ہوگا وہ عثمان ہیں جنھوں نے پالان کی رسی تک لشکر کی تیاری میں دی (کنز العمال)۔

دونوں بھائیوں میں محبت ومودت کا منہ بولتا ثبوت آپس کی رشتہ داریاں بھی ہیں۔ ایک فطری امر ہے کہ آدمی اپنے اعزہ واقارب سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ ان بھائیوں میں بھی کئی طرح سے رشتہ داری قائم ہے۔ مثلاً (ا) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم البیضاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب کی ہمشیرہ ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت علی

رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ (اروی بنت ام حکیم البیضاء) کے ماموں زاد بھائی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن اروی کے بیٹے ہیں۔(۲) دونوں آپس میں ہم زلف ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ نے حکم خداوندی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حکم خداوندی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا اور دوسری صاحبزادی کے انتقال کے موقع پر فرمایا ''لو کان لی اربعین انبته لزوّجت واحدة بعد واحدة حتیٰ لاتبقیٰ منهن واحدة (اسد الغابہ، سیوطی) نے تاریخ الخلفاء میں اور علامہ ابن حجر نے الصواعق المحر قہ میں ذکر کیا ہے اولادِ آدم میں فقط حضرت عثمان ہیں جن کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگر آئی ہوں اور نکتے کی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اس حدیث کو نقل کرنے والے اور امت کو بتانے والے دوسرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوتی سکینہ بنت حسین بن علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم سے ہوا۔(۴) حضرت علی کی دوسری پوتی فاطمہ بنت حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم سے ہوا (طبقات ابن سعد، شرح نہج البلاغۃ)

جب چند شریروں نے مرکزِ اسلام پر ضرب لگا کر اہل اسلام میں پھوٹ ڈالنے اور شیرازۂ اسلام کو بکھیرنے کے لیے سازشوں کا جال بچھایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی اور ظلم و زیادتی سے شہید کر دیا گیا۔ تو اس محاصرہ کے دوران دونوں بھائیوں میں محبت و مودت کا جذبہ پورے جوبن و شباب پر تھا اور آخر دم تک قائم رہا۔ اس دوران سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمات حضرت عثمان کے حق میں بے مثال ہیں اپنی اولاد کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو درِ عثمان کا چوکیدار بناتے ہیں۔ خود پانی کی مشکیں بھر بھر کر پہنچاتے ہیں۔ ہر طرح کے پر خطر اور ناسازگار حالات کے باوجود رشتۂ اخوت متواتر قائم رکھتے ہیں حتیٰ کہ تجہیز و تکفین میں برابر شریک رہتے ہیں اور باغیوں کی مدافعت کی خاطر قدم قدم پر انتہائی کوششیں کرتے ہیں اور حق رفاقت ادا کرتے ہیں۔

آپ کے جانے کے بعد بھی یہ محبت اسی طرح قائم رہتی ہیں شیخین رضی اللہ عنہما کی طرح اپنی اولاد کے نام ان کے نام پر رکھ کر محبت و پیار کی داستانیں رقم کرتے ہیں۔ اور قرآنی آیت رحماء بینھم کی عملی، جیتی، جاگتی، چلتی، پھرتی تفسیر بنتے ہیں۔ دعا ہے حق تعالیٰ ہمیں بھی ان حقائق کو سمجھ کر ان کے بارے حسنِ ظن رکھنے اور انھیں بھائی بھائی سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

تو بھی ان کو معاف کر دے

پروفیسر حمزہ نعیم

اصحابِ رسول کی زندگی دین ہے اور دین کو پرکھنے کا معیار تاریخ نہیں، قرآن اور حدیث ہے۔ جب قرآن کہتا ہے کہ کُلّا وَعَدَ اللّٰہُ الحُسنیٰ سب کے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا تو اب چاہے سند متصل کے ساتھ بھی روایات موجود ہوں تو بھی ہم ان کو رد کریں گے کیونکہ وہ خالق کائنات جس نے جزا و سزا کا نظام بنایا اور چلایا ہے وہی کہہ رہا ہے ''میں نے جنت کا وعدہ ان کے ساتھ کر لیا ہے'' صحابہ پر جرح حرام ہے ارشاد نبوی ہے اللّٰہَ اللّٰہَ فی اَصحابی! لا تتخذوھم غرضاً مِنْ بعدی۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ انھیں میرے بعد تنقید کا نشانہ نہ بناؤ۔ فَمَنْ أَحَبَّھُم فبِحُبّی أَحبَّھُم ومَنْ أَبْغَضَھُم فبِبغضی أَبْغَضَھُمْ جس کسی نے ان سے محبت کی تو میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت کی اور جس کسی نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ اپنے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ تمہیں اگر تاریخ پڑھنے کا موقع ملے تو ہوش میں رہنا کہیں تمہارے دلوں پر غبار نہ چھا جائے۔ فرمایا اِنْ بَغَتْ اِحداھُما۔ اگر ایک جماعت ان میں سے دوسری کے خلاف ہو جائے۔ سوچیں یہاں کیا فرمایا۔ مومنین میں سے ایک جماعت دونوں میں سے ایک دونوں کو اہل ایمان قرار دیتے رہے ہیں۔ فاصلحوا بینھما ان دونوں میں صلح کرا دو۔ اور جب تم عرصہ بعد دنیا میں آئے تم ان کے درمیان صلح کرانے کا موقع نہیں رکھتے تو پھر ان کے معاملات میں دخل مت دو نبی کے سامنے ان سے غلطی ہوئی نبی پاک ان سے مواخذہ کر سکتے ہیں مگر نہیں، حکم ہوا۔ فَاعْفُ عنھم ان کو معاف کر دیجیے۔ یہ سفارش کون کر رہا ہے وہ جس نے جزا و سزا کا نظام بنایا وہ خود اصحاب رسول کی سفارش کر رہا ہے میرے نبی ان کو معاف کر دیجیے جبکہ ان کو مشورہ میں شامل رکھیے۔ ان کی شان میں کمی نہیں آئی۔ ان کا سفارشی خود اللہ ہے ان کی شان کیا ہوگی۔ فاعف عنھم ان کو معاف کر دیجیے اب ان سے خطائے اجتہادی کی بجائے اگر خطائے صریحی اور خطائے بدیہی بھی سرزد ہو تو کوئی گرفت نہیں۔ اب کوئی بدبخت ہی ان آیات کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے یہ کیوں کیا اور وہ کیوں کیا؟ اللہ اکبر! اب ان پر میں جرح کروں یا مودودی صاحب جرح کریں یا کوئی رافضی شیعہ جرح کرے اس سے ان کی شان میں کمی تو نہیں آ سکتی کہ وہ جس نے پکڑنا ہے وہ کہہ رہا ہے فاعف عنھم ''تم بھی ان کو معاف کر دو'' اور فرمایا وشاورھم فی الامر ان سے مشورہ چھوڑنا نہیں آپ ان سے مشورہ لیتے رہے۔ اب اگر اور کوئی آیت بھی اصحاب رسول

کے حق میں نہ ہوتب بھی ان کے مقام بلند میں کمی واقع نہیں ہوسکتی۔صحابہ کی شان اور مقام میرا اللہ طے کر چکا ہے ان پر جرح حرام ہے ان پر تنقید حرام ہے۔ان کی تکفیر کرنے والا خود تکفیر کی زد میں ہے۔صحابیت کی تعریف علماء امت اجماعی طور پر طے کر چکے۔جو شخص ایمان لاکر ثابت قدمی کے ساتھ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہو چکا ہے صحابی رسول ہے۔ ان میں اوّل مومن اوّل صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے اول تا آخر ہمدم و ہم راز بھی ہیں اور چند لمحات کے صحابی بھی شامل ہیں کہ ایمان لاکر جہاد میں شامل ہوئے شہادت پائی۔نہ نماز کا موقع ملا نہ زکوٰۃ کا، نہ روزہ رکھا نہ حج کو گئے۔اس میں وہ بھی شامل ہیں جنھوں نے محبوب عم رسول سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کیا اور سامنے نہ آنے کی شرط پر ان کو بھی شرف صحابیت سے نواز دیا گیا۔وہ حبشی غلام وحشی بھی رضی اللہ عنہ کے تاج سے سرفراز ہوئے اب اندازہ کیجیے جن قدسیوں نے ۲۳ سال کی طویل صحبت رسول کا حظِ وافر حاصل کیا اور جن قدسیوں نے اللہ کی کتاب لکھ کر اللہ کے کلام قدیم قرآن کریم میں اپنا کھلا تذکرہ درج کروالیا ان کی کیا شان ہوگی ارشاد الٰہی فی صحف مکرمه مرفوعة مطهرة بایدی سفرة کرام بررة مکرم بلند شان پاک صحیفے مکرم پاکباز لکھنے والے چمکتے ہاتھ۔کیا شان ہے ان کی یہاں خصوصی طور پر ان اصحاب رسول کا ذکر پاک ہوا جو کاتبانِ وحی مثل زید، عمر، عثمان، علی اور معاویہ کے ہیں اصحاب رسول کے بعد بھی جن خوش نصیب لوگوں نے کتاب الٰہی قرآن مجید کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا ان کا ذکر خیر بھی آ گیا۔پھر اصحاب رسول کے کیا کہنے!

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اورمنکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:٦)

حافظ عبیداللہ

حدیث نمبر 1

''(امام بخاریؒ فرماتے ہیں) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث (بن سعد) نے بیان کیا، اُن سے ابن شہاب (زہری) نے، اُن سے (سعید) ابن المسیب نے، انہوں نے حضرت ابوھریرہؓ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو مارڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کردیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا۔''

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 2222)

راویوں کا تعارف:

قتيبة بن سعيد بن جميل الثقفي:

امام ابوبکر الاثرمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قتیبۃ کا ذکر کیا تو ان کی تعریف فرمائی۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ قتیبۃ ثقہ ہیں۔ امام نسائی نے بھی انہیں ثقہ اور صدوق (سچا) فرمایا۔ امام ابوحاتم رازیؒ کے نزدیک بھی یہ ثقہ ہیں۔ عبداللہ بن محمد بن سیار الفرھیانی نے فرمایا کہ قتیبۃ سچے ہیں، عراق میں (ان کے زمانے میں) کوئی ایسا بڑا عالم اور محدث نہیں جس نے اُن سے علم نہ حاصل کیا ہو۔ مکہ میں اُن سے احمد بن حنبلؒ، ابو خیثمةؒ، عباس العنبریؒ اور حمیدیؒ نے احادیث بیان کی ہیں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ قتیبۃ ثقہ اور مامون (جھوٹ سے محفوظ) ہیں۔ امام ذہبیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''شیخ الاسلام، محدث، امام، ثقہ، اسلام کے راوی''۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''ثقہ اور ثبت ہیں''۔ امام ابن حبانؒ نے ان کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے کہ قتیبۃ بن سعید سے امام بخاریؒ نے 308 اور امام مسلمؒ نے 668 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی وفات سنہ 240 ہجری میں ہوئی۔

(التاریخ الکبیر، ج 7 ص 195 /الجرح والتعدیل ، ج 7 ص 140 /تاریخ الاسلام، ج 5 ص 902 /سیر اعلام النبلاء: ج 11 ص 13 / تهذيب التهذيب: ج 8 ص 358 /. تقريب التهذيب: ص 454 /الثقات لابن حِبان: ج 9 ص 20)

لیث بن سعد بن عبدالرحمن الفھمی المصری

ابن سعدؒ کہتے ہیں لیث ثقہ اور بہت زیادہ حدیثوں والے تھے۔ احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ لیث ثقہ اور ثبت ہیں ، اہل مصر میں اُن سے زیادہ صحیح حدیثوں والا اور پکّا کوئی نہیں۔ یحییٰ بن معینؒ سے منقول ہے کہ آپ نے لیث کو ثقہ اور ثبت (پکّا) کہا۔ ابن المدینیؒ، نسائیؒ اور عجلیؒ نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوزرعہؒ سے پوچھا کہ لیث کی حدیث سے حجت پکڑی جاسکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں، نیز ابوزرعہؒ نے انہیں صدوق (سچا) کہا۔ ابن خراش نے بھی سچا اور صحیح الحدیث کہا ہے۔ یحییٰ بن معینؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے لیث بن سعد کو ایک خط لکھا جس میں انہیں بلند مرتبہ امام لکھا۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا لیث بن سعد تو امام مالکؒ سے بڑے فقیہ ہیں لیکن ان کے شاگردوں نے (امام مالک کے شاگردوں کی طرح) ان کے علم وفقہ کو آگے نہیں پھیلایا۔ احمد بن صالحؒ کہتے ہیں کہ لیث بن سعد تو امام ہیں۔ ابن حبانؒ نے اُن کے بارے میں کہا کہ وہ فقہ، تقوی، علم، فضل اور سخاوت میں اپنے زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔ ابویعلیٰ الخلیلی کا کہنا ہے کہ وہ بلاشبہ اپنے وقت کے امام تھے۔ امام ذہبیؒ نے ان کے بارے میں لکھا کہ وہ امام، حافظ، شیخ الاسلام اور مصر کے عالم تھے۔

(الجرح والتعدیل، ج7ص179 /سیر اعلام النبلاء: ج 8 ص144 / تهذیب التهذیب: ج 8 ص 461 / الثقات لابن حِبان: ج7 ص360 / معرفة الثقات للعجلی: ج2 ص 230 راوی نمبر 1565/تاریخ اسماء الثقات لابن شاهین، ص275)

تمنا عمادی کا ایک مغالطہ:

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ''لیث بن سعد'' کو امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ دونوں نے ''ثقہ اور ثبت'' کہا، لیکن منکرین حدیث کے ''محدث العصر'' نے اپنی ''محدثانہ'' تحقیق یوں پیش کی ہے کہ:

''لیث بن سعد المصری جو قریش کے آزاد کردہ غلام تھے، بہت سخت مدلّس تھے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ان کے استاد یحییٰ بن سعید القطّان، لیث سے سخت بدظن تھے، اس حد تک کہ ان کی بدظنی دور نہیں کی جاسکی (لسان المیزان ، ج ا ص ۲۱۳ ترجمہ حجاج بن ارطاۃ)''۔ (انتظارِ مہدی ومسیح، ص193)

وضاحت: عمادی صاحب نے ابن حجرؒ کی کتاب'' لسان المیزان '' کا حوالہ دیا ہے، ہمیں اس میں حجاج بن ارطاۃ کا ترجمہ نہیں ملا۔ البتہ یحییٰ القطان کے حوالے سے یہ بات حافظ ذہبیؒ کی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں ملتی ہے۔

قارئین محترم! عمادی صاحب نے یہاں بہت بڑا مغالطہ دیا ہے (یا انہیں مغالطہ لگا ہے)، امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ''حجاج بن اَرطاۃ'' کے ترجمہ میں امام احمد بن حنبل کے حوالے سے یحییٰ القطّان کا جو موقف بیان کیا ہے وہ ''لیث بن سعد المصري '' کے بارے میں نہیں بلکہ ''لیث بن ابي سلیم الکوفي اللیثي '' کے بارے میں ہے، عمادی صاحب نے حجاج بن اَرطاۃ کے ترجمہ میں یہ دیکھ لیا کہ یحییٰ القطّان کی ''لیث'' کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی تو جھٹ سے

اس ''لیث'' کو لیث بن سعد المصری بنادیا، اگر یہ ''محدث العصر اور جامع العلوم'' صاحب اسی میزان الاعتدال میں ''لیث بن ابي سلیم الکوفي '' کا ترجمہ بھی دیکھ لیتے تو انہیں امام احمد بن حنبل کے حوالے سے یحیٰ القطّان کی یہی بات وہاں بھی نظر آجاتی، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس لیث سے مراد لیث بن ابی سلیم الکوفی ہیں نہ کہ لیث بن سعد۔

(دیکھیں:میزان الاعتدال، ج3ص420، ترجمه اللیث بن ابي سلیم الکوفي،دار المعرفة.بیروت)

محمد بن مسلم بن عبیداللّٰہ بن عبداللّٰہ بن شھاب الزھری (ابن شھاب)

منکرینِ حدیث کا ہدف خاص طور پر وہ صحابہ کرام وتابعین حضرات رہے ہیں جن سے احادیث کی کثیر تعداد منقول ہے، مثال کے طور پر صحابہ کرام میں حضرت ابو ہریرہؓ خاص طور پر ان کا نشانہ ہیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی انہوں نے ان حضرات کو نشانہ بنایا ہے جو کتب حدیث کے مرکزی راوی ہیں اور جن کے واسطے سے احادیث کی ایک کثیر تعداد منقول ہے، انہی شخصیات میں سے امام محمد بن مسلم زہریؒ بھی ہیں، منکرینِ حدیث کی اسی روش پر چلتے ہوئے جناب تمنا عمادی نے بھی امام ابن شہاب زہریؒ کے بارے میں لمبے چوڑے افسانے تراش کر اور آسمان وزمین کے قلابے ملا کر ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، لہٰذا ہم بھی قدرے تفصیل کے ساتھ ان کا تعارف کروائیں گے اور بتائیں گے کہ جناب عمادی صاحب جنہیں ان کے یارانِ طریقت ''محدث العصر'' کہتے ہیں کا مبلغ علم کیا ہے اور کس طرح انہوں نے خیالی تانے بانے بُن کر امام زہریؒ کے خاندان اور ان کے آبائی علاقے تک کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے امام ابن شہاب زہریؒ کا تعارف پیش خدمت ہے، اس کے بعد ہم جناب عمادی صاحب کی (بزعم خود) نادر تحقیقات کا جائزہ لیں گے۔

امام ذہبیؒ (متوفی 748ھ) نے ابن شہاب زہریؒ کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کروایا ہے:

''محمد بن مسلم بن عبید اللّٰہ بن عبداللّٰہ بن شھاب بن عبداللّٰہ بن الحارث بن زھرة بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی بن غالب . الامام ، العَلَم، حافظ زمانه، ابوبکر القرشی الزھری المدنی نزیل الشام...... (الی ان قال)......فان مولده کما قاله دحیم وأحمد بن صالح فی سنة خمسین ، وفیما قاله خلیفة بن خیاط سنة احدی وخمسین......''

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب، معروف امام، اپنے زمانے کے (احادیث کے) حافظ (ان کی کنیت) ابوبکر تھی، مدینہ کے رہنے والے قریشی زہری خاندان سے تھے جو بعد میں ملک شام چلے گئے تھے...... دحیم اور احمد بن صالح کے مطابق آپ کی پیدائش سنہ 50ہجری میں اور خلیفہ بن خیاط کے مطابق سنہ 51ہجری میں ہوئی۔ (بعض نے سن ولادت 56ھ یا 58ھ بھی بتایا ہے)۔

(سیر اعلام النبلاء، ج5ص326،مؤسسة الرسالة/تذکرة الحفاظ، ج1ص108،دارالکتب العلمیة)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی 852ھ) نے ان کا تعارف یوں کروایا ہے:

''محمد بن مسلم بن عبید اللّٰہ بن عبداللّٰہ بن شھاب بن عبداللّٰہ بن الحارث بن زھرۃ بن کلاب القرشی الزھری وکنیتہ ابوبکر ،الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ وثبتہ وھو من رؤوس الطبقۃ الرابعۃ.''

محمد بن مسلم قرشی زہری جن کی کنیت ابوبکر ہے وہ فقیہ اور (حدیث کے) حافظ تھے جن کی جلالتِ شان، پختگی اور درستگی پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے، آپ (راویوں کے) چوتھے طبقے کی سرکردہ شخصیات میں سے ہیں۔

(تقریب التھذیب:ص506،دارالرشید۔حلب)

اپنی دوسری کتاب ''تھذیب التھذیب''میں لکھتے ہیں: أحد الأئمۃ الأعلام وعالم الحجاز والشام، مشہور ائمہ میں سے ہیں اور حجاز وشام کے عالم ہیں۔

(تھذیب التھذیب:ج9ص440،مؤسسۃ الرسالۃ)

امام احمد بن عبداللہ العجلیؒ (متوفی 261ھ) اِن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مدني تابعي ثقۃ ، ادرک الزھريُ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انس بن مالک، سھل بن سعد الساعدی وعبدالرحمن بن ایمن بن نابل ومحمود بن الربیع الانصاری وعبداللّٰہ بن عُمر وسائب بن یزید''۔

مدینہ کے رہنے والے ثقہ تابعی ہیں، انہوں نے نبی کریم کے صحابہ میں سے انسؓ بن مالک، سہلؓ بن سعد الساعدی، عبدالرحمٰنؓ بن ایمن بن نابل، محمودؓ بن ربیع انصاری، عبداللہؓ بن عمرؓ اور سائبؓ بن یزید کو پایا ہے۔

(معرفۃ الثقات للعِجلی، ج2ص253،مکتبۃ الدار۔مدینہ منورہ)

اب آیئے ابن شہاب زہریؒ کے بارے میں دوسرے ائمہ حدیث وجرح وتعدیل کے اقوال پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

علی بن المدینیؒ نے کہا: ''چھ لوگ ایسے تھے جن پر لوگ حدیث کے معاملے میں اعتماد کرتے تھے، مدینہ والوں کے لئے ابن شہاب زہری، مکہ والوں کے لئے عمرو بن دینار، کوفہ والوں کے لئے ابواسحاق اور اعمش ،اور بصرہ والوں کے لئے یحییٰ بن کثیر اور قتادہ۔''

علی بن المدینیؒ ہی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کبار تابعین کے بعد مدینہ میں ابن شہاب، یحییٰ بن سعید، ابوالزناد اور بکیر بن عبداللہ سے بڑا عالم نہیں ہوا''۔ سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا: ''میں نے ابن شہاب زہری کے بعد اہل حجاز اور اہل مدینہ کی احادیث کا یحییٰ بن ابی کثیر سے بڑا عالم نہیں پایا''۔ ایسی ہی بات ایوب سختیانیؒ سے بھی منقول ہے۔ عراک بن مالک مکیؒ سے سوال ہوا کہ مدینہ کا سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: ''میرے نزدیک اہل مدینہ کے سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہری ہیں''۔ فقیہ مصر لیثؒ بن سعد نے فرمایا: ''میں نے ابن شہاب سے زیادہ علم جمع کرنے والا

اور اُن سے بڑا عالم نہیں دیکھا''۔ یہی لیث بن سعد کہتے ہیں کہ: ''میں نے ابن شہاب سے بڑا سخی نہیں دیکھا، وہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے یہاں تک کہ اگر اُن کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں بچتا تھا تو اپنے ساتھیوں اور غلاموں سے ادھار لے کر مانگنے والے کو دیتے تھے''۔ لیث بن سعد ہی کا بیان ہے کہ میں نے ابن شہاب زہری کو یہ کہتے سنا کہ: ''ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کوئی چیز اپنے دل میں محفوظ کی ہو (یاد کی ہو) اور پھر بھول گیا ہوں''۔ معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری نے اُن سے کہا: ''میں آٹھ سال تک سعید بن المسیب کے گھٹنے سے گھٹنا جوڑ کر بیٹھا رہا۔'' (یعنی آٹھ سال تک اُن سے علم حاصل کرتا رہا)۔ یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا: ''جتنا علم ابن شہاب زہری کے پاس ہے اتنا کسی اور کے پاس نہیں''۔ عمرو بن دینار مکیؒ نے فرمایا: ''میں نے حدیث کو ابن شہاب سے زیادہ اچھا بیان کرنے والا نہیں دیکھا''۔ سفیانؒ نے کہا: ''جس وقت زہری کی وفات ہوئی اُس وقت اُن سے بڑا سنت کا عالم کوئی نہ تھا''۔ مکحول شامیؒ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑے اُس عالم کا نام بتائیں جسے آپ ملے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: ابن شہاب، سوال ہوا پھر کون؟ تو انہوں نے کہا: ابن شہاب، پوچھا گیا پھر کون؟ تو جواب دیا: ابن شہاب''۔ ایوب سختیانیؒ نے فرمایا: ''میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا''۔ امام مالکؒ نے فرمایا: ''ابن شہاب باقی رہ گئے اور لوگوں میں اُن جیسا کوئی نہیں''۔ امام مالکؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جب زہری مدینہ منورہ میں داخل ہوجاتے تھے تو جب تک آپ مدینہ میں رہتے کوئی اور حدیث بیان نہیں کرتا تھا''۔ امام مالکؒ ہی کا قول ہے کہ: ''میں نے مدینہ میں ستر اسّی سال کے ایسے بوڑھے بھی دیکھے ہیں جن سے کوئی علم نہیں لیتا تھا، جب ابن شہاب آتے تھے جو کہ عمر میں اُن بوڑھوں سے چھوٹے تھے تو (اُن سے علم حاصل کرنے کے لئے) ان کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم جمع ہوجاتا تھا''۔ احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: ''زہری لوگوں میں سب سے اچھی حدیث والے اور سب سے عمدہ سند والے ہیں''۔ ابوبکر ہذلیؒ نے کہا: ''میں حسن (بصری) اور (محمد) بن سیرین کی مجالس میں اٹھتا بیٹھتا رہا ہوں لیکن میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا''۔ محمد بن سعدؒ کہتے ہیں: ''زہری ثقہ اور حدیث اور روایت کا بہت زیادہ علم رکھنے والے تھے اور جامع فقیہ تھے''۔ معمرؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: ''کیا تم ابن شہاب کے ہاں حاضر ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہم ان کے ہاں حاضر ہوتے ہیں، تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: ان کے پاس حاضر ہوا کرو کیونکہ اُن سے زیادہ سنت کا علم رکھنے والا کوئی نہیں رہا''۔ ابن ابی حاتمؒ نے اپنے والد ابوحاتم رازی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''زہری مجھے اعمش سے زیادہ محبوب ہیں، ان کی حدیث حجت ہے، حضرت انسؓ کے اصحاب میں سب سے پکے (ثبت) زہری ہی ہیں''۔

(التاريخ الكبير، ج 1 ص220 /المعرفة و التاريخ ليعقوب بن سفيان، ج 1 ص620 وما بعد /تهذيب التهذيب: ج 9 ص445 وما بعد/سير اعلام النبلاء: ج 5 ص326 وما بعد/الجرح و التعديل: ج8 ص71 ومابعد/تاريخ ابن عساكر، ج55 ص 351 ومابعد /معرفة الثقات للعجلي، ج1ص253 /ثقات ابن حِبان، ج 5 ص349 /تاريخ

الاسلام، ج3 ص499).

جناب تمنا عنادی کی امام زہریؒ پر تنقید کا جائزہ:

جیسا کہ آپ نے پڑھا امام ابن شہاب زہریؒ مدنی ایک جلیل القدر تابعی ہیں جن کا اہل مدینہ کے علماء حدیث میں ایک بلند مقام تھا، ان کی جلالت شان اور ثقہ ہونے پر تمام ائمہ جرح وتعدیل ومحدثین کا اتفاق ہے، کسی ایک نے بھی ان کے حفظ، اتقان یا عدل کے حوالے سے ان پر تنقید نہیں کی، نیز تمام علماء انساب وائمہ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے کہ امام زہریؒ اصلاً مدنی ہیں اور خاندان قریش کے چشم وچراغ ہیں، کسی ایک ماہر انساب نے بھی یہ نہیں لکھا کہ آپ کا اصل وطن شام تھا اور آپ قریشی نہ تھے، ان سب شہادات کے ہوتے ہوئے انیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہونے والے ایک شخص کی امام زہریؒ کے خاندان یا آپ کی ذات پر تنقید کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی اور نہ اس پر توجہ دینے کی کوئی ضرورت ہے، لیکن چونکہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے تحقیق کے نام پر تلبیس کو پیش کیا گیا، اور ثابت شدہ حقائق کو خیالی مفروضوں کے تانے بانے کا سہارا لے کر مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی اس لئے ضروری ہے کہ جناب تمنا عمادی صاحب کی طرف سے امام ابن شہاب زہریؒ پر کی گئی تنقید کا جائزہ لیا جائے۔

تمنا عمادی صاحب کا فن یہ ہے کہ وہ پہلے ایک چیز فرض کرتے ہیں اور پھر اپنے اس مفروضے کو ثابت کرنے کے لئے اپنے ذہن میں دلائل کا تانا بانا بُنتے ہیں اور زمین وآسمان کے قلابے ملا کر سچ کو جھوٹ، سفید کو سیاہ اور اجالے کو اندھیرا ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، آیئے سب سے پہلے عمادی صاحب کی کتاب ''امام زہری وامام طبری۔تصویر کا دوسرا رُخ'' سے چند اقتباسات پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر آگے چلتے ہیں:

امام زہریؒ کے نسب اور وطن کے بارے میں تمنائی تلبیسات:

''ابن شہاب کا اصل وطن اور ان کا تجارتی کاروبار مقام ایلہ میں تھا اور یہ وہیں رہتے تھے......غرض ایلہ زہری کا آبائی وطن تھا، ان کے جداعلی کا نام شہاب بھی بتا رہا ہے کہ ان کا تعلق مصر یا شام کے اطراف سے تھا۔''

(امام زہری وامام طبری، ص131-132)

''محدثین وائمہ رجال زہری کا سلسلہ نسب حسب تصریح ذیل لکھتے ہیں محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر، یہی نضر ہیں جن کو قریش کہا جاتا ہے، مگر ائمہ تاریخ ونسب حارث بن زہرہ کے کسی بیٹے کا نام عبداللہ نہیں لکھتے اُن کے نزدیک حارث کے صرف ایک ہی بیٹے تھے عبد اور اُن کے بیٹے عبدغوث۔'' (امام زہری وامام طبری، ص80)

''ابن شہاب کے خاندان کا قریش کے خاندان سے بھی رشتہ مصاہرت ومناکحت کا نہ ہونا اس کی صاف اور کھلی ہوئی

دلیل ہے کہ ان کو خاندان قریش سے کوئی نسبی تعلق نہ تھا اور یہ تو ہم اپنے مضمون میں ثبوت کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ ابن شہاب شامی تھے، ایلہ کے رہنے والے تھے، مدنی ہرگز نہ تھے، ان کے بنی زہرہ ہونے کے گمان پر محدثین ومؤرخین نے ان کو مدنی لکھ دیا ہے۔''

(امام زہری وامام طبری، ص 77-78)

''حقیقت یہ ہے کہ شہاب نہ فقط خاندان قریش بلکہ ان کے اوپر کے شجروں میں بھی دیکھیے تو کسی ایک فرد کا بھی یہ نام آپ کو نظر نہ آئے گا۔ خاص خاندانِ قریش میں یہ نام ایک اجنبی سا معلوم ہوتا ہے جو اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ یہ کوئی باہر کے آدمی تھے، یہ بخوبی ممکن ہے کہ بنی زہرہ کے موالی میں سے ہوں اور مولیٰ بنی زہرہ ہونے کی وجہ سے زہری وقریشی کہے جانے لگے'' (امام زہری وامام طبری، ص 85)

''قرینہ غالب یہ ہے کہ شہاب خود اپنے آخر وقت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہوں اور اوائل اسلام ہی میں وفات پا گئے ہوں، یا عبداللہ الاکبر بن شہاب جو صحابی تھے یعنی زہری کے پڑدادا، وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے ہوں، یا عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب، جو زہری کے دادا تھے وہ اپنے باپ کے انتقال کے وقت کم عمر ہوں اور باپ کے بعد عبداللہ الاصغر بن شہاب اپنے چچا کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے ان کے ساتھ بوقت بلوغ حالت کفر میں ہوں، مگر عبدالرحمٰن بن عوف کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہوئے ہوں، غرض قرینہ غالب یہی ہے کہ مذکورہ وجوہ کی بنا پر خود شہاب، یا عبداللہ بن شہاب، یا عبیداللہ بن شہاب بسبب ولایت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کہلانے لگے۔'' (امام زہری وامام طبری، ص 85-86)

''صرف اس لئے کہ یہ بھی اپنے کو زہری نسباً ثابت کرتے رہے یہاں تک کہ انساب قریش پر ایک کتاب لکھ ڈالی اور حارث بن زہری کا ایک تیسرا بیٹا عبداللہ تصنیف کر کے اپنا نسب اس سے جوڑ دیا تو متأخرین ان کے دعوے پر اعتماد کر کے ان کو نسباً زہری سمجھنے لگے۔'' (امام زہری وامام طبری، ص 79)

قارئین محترم! حدیث کے کسی راوی کے قابل اعتماد ہونے یا نہ ہونے سے اس کے وطن یا خاندان کا کوئی تعلق نہیں، امام زہریؒ شامی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا نہ ہوں، ان کے ثقہ، ثبت اور عالی مرتبت تابعی ہونے پر محدثین وائمہ جرح وتعدیل کا اتفاق چلا آ رہا ہے، پھر ان باتوں کو لے کر صفحات سیاہ کرنے سے عمادی صاحب کی کیا غرض ہو سکتی ہے؟ ہمارے خیال میں عمادی صاحب کی دشمنی امام زہریؒ سے نہیں بلکہ حدیث سے ہے، انہوں نے جب دیکھا کہ تابعین میں امام زہریؒ کے واسطے سے احادیث کی ایک کثیر تعداد مروی ہے تو انہوں نے امام زہریؒ کو نشانہ بنایا اور صد افسوس کہ غلط بیانی سے کام لیا۔

تمام ائمہ رجال وعلماء انساب نے امام زہریؒ کو مدنی بتایا ہے، کسی نے بھی نہیں لکھا کہ ان کا اصل وطن شام یا ایلہ تھا، امام ذہبیؒ نے **سیر اعلام النبلاء** میں '**المدنی نزیل الشام**'' لکھا ہے یعنی اصل وطن مدینہ لیکن شام میں جا بسے۔

نیز خود امام زہریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: **مکثتُ خمساً و اربعین سنة اختلف من الحجازِ الی الشامِ و من الشامِ الي الحجازِ** ۔میں پینتالیس سال حجاز سے شام اور شام سے حجاز آتا جاتا رہا۔

(کتاب المعرفة والتاریخ، ج1 ص636)

اگر اس طرح کسی دوسری جگہ بسنے یا اپنے اصل وطن کے علاوہ کہیں زمین جائیداد ہونے سے کسی کا اصل وطن بدل جاتا ہے تو جناب تمنا عمادی صاحب کو ''پھلواروی'' یا ''بہاری'' کہنا غلط ہوگا کیونکہ وہ 1948ء میں ڈھاکہ اور پھر آخر عمر میں کراچی آ گئے تھے اور یہیں سنہ 1972ء میں ان کی وفات ہوئی لہٰذا اُن کا اصل وطن ان کی اپنی منطق کے مطابق ڈھاکہ یا کراچی ہوگا اور انہیں ''پھلواروی'' کہنا غلط ہوگا۔ پتہ نہیں عمادی صاحب پر انبیاء کی طرح وحی نازل ہوتی تھی کہ انہوں نے یقین کے ساتھ لکھ دیا کہ ''زہری کا آبائی وطن ایلہ تھا، اور وہ مدنی ہرگز نہ تھے'' جبکہ وہ خود تسلیم بھی کر رہے ہیں کہ تمام ائمہ رجال ومحدثین نے امام زہریؒ کا جونسب بیان کیا ہے اس کے مطابق وہ قریشی اور مدنی ہیں۔

عمادی صاحب نے سوائے اپنے خودساختہ مفروضوں کے کوئی ٹھوس دلیل نہیں پیش کی جس سے ثابت ہو کہ امام زہریؒ مدنی نہیں تھے، انہوں نے ایک غلط بیانی بھی کی ہے کہ ''ائمہ تاریخ ونسب حارث بن زہرہ کے کسی بیٹے کا نام عبداللہ نہیں لکھتے'' آیئے دیکھتے ہیں اِن ''محدث العصر'' کی یہ بات درست ہے یا غلط۔ معروف ماہر انساب ابوعبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری (متوفی 236ھ) اپنی کتاب ''نسب قریش'' میں ''حارث بن زہرہ'' کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**وَوَلَدَ الحارِثُ بن زُهرَة: عَبداً ، و <u>عبدالله</u>، وأمهما : قيلة بنت ابی قيلة...... (الی ان کتب)...... ووهب بن الحارث بن زُهرة ، الذی يُقال له ذو القريّة ، وشهاب بن الحارث ، وأمهما : لُبنىٰ ابنة ابی سلمةبن عبدالعُزّىٰ......الخ** ۔'' حارث بن زُہرہ کے دو بیٹے ''عبد'' اور ''عبداللہ'' تھے جن کی ماں کا نام قیلۃ بنت ابی قیلہ تھا ......اور دو بیٹے وہب بن الحارث اور شہاب بن الحارث بھی تھے جن کی ماں کا نام لبنیٰ بنت ابی سلمہ بن عبدالعُزّیٰ تھا۔

(نسب قریش، ص265، دارالمعارف۔القاہرۃ)

پھر ''عبداللہ بن حارث بن زُہرہ'' کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''**وَوَلَدَ عبدُاللّٰهِ بن الحارثِ بن زُهرة شِهاباً ، وأمّه : أُميمَة بنت عامر بن ربيعة بن عمرو بن هلال بن أُهيب بن ضبّة بن الحارث بن فِهر ، وإليه يُنسبُ ابنُ شِهاب المحدِّث ، وابن شهاب المحدِّث اسمه: محمد بن مسلم بن عُبيدالله بن عبدالله الأصغر بن شِهاب، وأمه من بنی الدُّئَلِ** ۔''

عبداللہ بن حارث بن زہرہ کے بیٹے شِہاب تھے، ان کی ماں کا نام امیمۃ بن عامر تھا، اور محدث ابن شہاب کی نسبت انہی (شہاب) کی طرف ہے، ان کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ اصغر بن شہاب تھا، ان کی ماں بنی دُئل سے تھیں۔

(نسب قریش، ص274، دارالمعارف۔القاہرۃ)

امام ابن حزم اندلسیؒ (متوفی 456ھ) لکھتے ہیں:

''وَوَلَدُ الحارث بن زُهرة بن كلاب : وَهب ذو القرية ، وأهيب، وعبدالله ، وعبد، انقرض وهب وأهيب ، وَوَلد عبدالله بن الحارث بن زهرة : شهاب ، فولد شهاب بن عبدالله: عبدالجانّ، سمّاه رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدالله، وهو الأكبر من مهاجرة الحَبَشَةِ ، مات قبل الهجرة الى المدينة ، ولا عقب له، وعبدالله الأصغر بن شهاب ، شَهِدَ اُحداً مع مع المشرِكين، ثُمَّ اسلَمَ بعدُ، فولد عبدالله الأصغر بن شهاب بن عبدالله بن الحارث بن زُهرة: عُبيدالله ، فولدُ عُبيدِ اللّه : مُسلِم، فوَلَدُ مُسلِم: عبدالله، ومحمّد، وهو الفقيه أبوبكر الزُّهري المُحَدِّث ۔'' حارث بن زُہرۃ بن کلاب کے بیٹوں کے نام: وہب، اہیب، عبداللہ اور عبد تھے، وہب اور اُہیب کی آگے کوئی اولاد نہیں چلی، عبداللہ بن حارث بن زہرۃ کے بیٹے شہاب تھے، پھر شہاب بن عبداللہ کے ایک بیٹے عبدالجان تھے، جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھ دیا تھا، انہیں (عبداللہ) الاکبر کہا جاتا ہے، یہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں، ان کی وفات ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوگئی تھی اور ان کی بھی آگے نسل نہیں چلی، اور رہے عبداللہ اصغر بن شہاب، تو یہ غزوہ احد میں مشرکین مکہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے، پھر بعد میں مسلمان ہوگئے، ان عبداللہ اصغر بن شہاب کے بیٹے تھے عُبید اللہ، پھر عبیداللہ کے بیٹے تھے مسلم، اور مسلم کے دو بیٹے تھے، عبداللہ اور محمد، (یہ محمد) فقیہ اور محدث ابوبکر زہری تھے۔

(جمهرة انساب العرب، ص130، دارالمعارف۔القاہرۃ)

حافظ یوسف بن عبدالبرّ القرطبیؒ (متوفی 463ھ) عبدالله بن شهاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبدالله بن شهاب بن عبدالله بن الحارث بن زُهرة بن كلاب القرشي الزهري، وهُو جدُّ ابن شهاب الزُهري الفقيه ۔'' عبداللہ شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری، یہ ابن شہاب زہری فقیہ کے دادا ہیں۔

(الاستيعاب في أسماء الأصحاب: ج1 ص554، دارالفکر بیروت)

اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود تمنا عمادی صاحب نے حافظ ابن عبدالبرّ کا یہ حوالہ نقل بھی کیا ہے جس میں ''حارث بن زہرہ'' کے بیٹے ''عبداللہ'' کا صریح ذکر ہے (امام زہری و امام طبری، ص81)۔

محترم قارئین! یہ ہم نے ان کتابوں کے حوالے پیش کیے ہیں جو انساب و معرفۃ رجال کی معروف کتابیں ہیں، اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کتابوں میں حارث بن زہرہ کے بیٹے عبداللہ کا صریح طور پر ذکر ہے اور پھر انہی کی اولاد میں امام محمد بن مسلم زہری کا بھی ذکر ہے، پھر نہ جانے عمادی صاحب نے یہ غلط بیانی کیوں کی کہ ''ائمہ تاریخ و نسب حارث بن زہرۃ کے کسی بیٹے کا نام عبداللہ نہیں لکھتے، ان کے نزدیک حارث کے صرف ایک ہی بیٹے تھے عبد اور ان کے بیٹے

عبدعوف''۔ اور پھر خود ہی حافظ ابن عبدالبرؒ کا حوالہ ذکر کر کے اپنی بات کو غلط بھی ثابت کر دیا۔

جھوٹ بولا تو عمر بھر بولا تم نے اس میں بھی ضابطہ رکھا

پھر کیا خوب استدلال ہے کہ چونکہ ''شہاب'' نام خاندانِ قریش میں آپ کو نظر نہیں آئے گا لہٰذا ثابت ہوا کہ شہاب قریشی نہیں''۔ یعنی بقول عمادی صاحب کسی قبیلے کے حقیقی ناموں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نام سلسلہ نسب میں بار بار آئیں۔ اب اگر اس ''تمنائی منطق'' کو مزید وسیع کر دیا جائے تو ''لؤی''، ''عدنان''، ''فہر'' اور ''معد'' جیسے ناموں کا قریشی ہونا مشکوک ٹھہرے گا کیونکہ ان ناموں کا تکرار نسب قریش میں نظر نہیں آتا۔

عمادی صاحب کو اچھی طرح علم تھا کہ تمام ائمہ رجال ومحدثین کے نزدیک امام زہریؒ کا مدنی اور قریشی ہونا متفق علیہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ ''میں نہ مانوں'' کی ضد پر قائم ہیں جس کا علاج اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں، لکھتے ہیں ''یہ بھی (یعنی امام زہری۔ ناقل) اپنے کو زہری نسباً ثابت کرتے رہے یہاں تک کہ انساب قریش پر ایک کتاب لکھ ڈالی اور حارث بن زہرہ کا ایک تیسرا بیٹا عبداللہ تصنیف کر کے اپنا نسب اس سے جوڑ دیا تو متاخرین ان کے دعوے پر اعتماد کر کے ان کو نسباً زہری سمجھنے لگے''، کتنا بڑا دعویٰ بلکہ الزام ہے، کیا ماہرین انساب وعلم رجال نے کہیں یہ لکھا ہے کہ چونکہ امام زہریؒ نے اپنی کتاب میں حارث بن زہرہ کا ایک تیسرا بیٹا تصنیف کر کے اپنا نسب اس کے ساتھ جوڑ دیا ہے لہٰذا ہم اسی پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں زہری لکھ رہے ہیں؟ یہ صرف عمادی صاحب کی خیالی دنیا ہے جس کی دلائل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں، نیز انہوں نے امام زہری کی اس کتاب کا نام نہیں لکھا جس میں انہوں نے حارث بن زہرہ کا ایک نیا بیٹا ''ایجاد'' کیا اور پھر اپنا نسب اس کے ساتھ جوڑ دیا، لیکن پھر بھی ان کی ضد ہے کہ تمام ماہرین انساب وعلماء رجال ومحدثین عظام کے بارے میں یہ قبول کیا جائے کہ انہیں امام زہریؒ کے نسب اور وطن اصلی کے بارے میں دھوکہ لگ گیا اور حقیقت چودھویں صدی ہجری کے ''محدث العصر'' صاحب پر منکشف ہوئی، اور کیسی عجیب بات ہے کہ خود ''قرینہ غالب یہ ہے کہ ایسا ہوا ہو ویسا ہوا ہو......'' اور ''یہ بخوبی ممکن ہے......'' جیسے الفاظ سے مفروضے پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ دیا جا رہا ہے۔

امام زہریؒ کی ولادت باختلاف اقوال سنہ 50 اور 58 ہجری کے درمیان ہوئی اور وفات سنہ 124 ہجری میں ہوئی۔ جناب عمادی صاحب کی ولادت سے پہلے تقریباً بارہ سو سال کے عرصہ میں امام زہری کے ہم عصر، دوست، آپ کے مداح ونقاد اور ائمہ جرح وتعدیل گزرے، امام زہری پر ارسال اور تدلیس جیسی جرحیں کی گئیں، لیکن آپ کے نسب پر جرح کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا اور نہ ہی آپ کے عجمی یا غیر قریشی ہونے کا کسی پر انکشاف ہوا، یہ راز کھلا تو صرف عمادی صاحب پر اور غالباً بذریعہ الہام ووحی ہی کھلا ہوگا کیونکہ آپ کا دعویٰ تو کتب رجال وجرح وتعدیل سے ناقل ہونے کا ہے اور ان کتب میں امام زہریؒ کا نسب قریشی اور مدنی ہی لکھا ہے۔

(جاری ہے)

ادارہ

24 گھنٹوں میں صرف 9 منٹ

اپنے مرحومین کو دے کر ان کے احسانات کا بدلہ دیجیے اور اپنی آخرت سنواریے۔ درج ذیل سورتوں کی تلاوت پر 9 قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب ہے۔ جسے آپ صرف 9 منٹ میں حاصل کر سکتے ہیں

آپ چاہے جتنے بھی مصروف ہوں صرف 9 منٹ کا وقت نکالنا کوئی دشوار نہیں۔ غفلت نہ کیجیے اور اپنے دامن کو نیکیوں سے بھر لیجیے تاکہ کل روز محشر ہمارے کام آسکیں۔

سورۃ الفاتحہ	تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے
آیۃ الکرسی	چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے
سورۃ القدر	چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے
سورۃ الزلزال	دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے
سورۃ العادیات	دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابرا ہے
سورۃ التکاثر	ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیات کی تلاوت کے برابر ہے
سورۃ الکافرون	چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے
سورۃ النصر	چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے
سورۃ الاخلاص	تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

(حوالہ جات: تفسیر مظہری، تفسیر مواہب، بخاری شریف، مسند احمد، ترمذی، مشکوٰۃ)

یہ قرآنی سورتوں کا عمل ہر بچے کو حفظ کرا دیں تاکہ مختصر وقت میں بے شمار اجر و ثواب آپ کے اور بچوں اور ان کے والدین کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے۔ اور یہ عمل بچپن ہی سے ان کی گھٹی میں پڑ جائے تو یہ مستقل آپ کے لیے ہمیشہ صدقہ جاریہ بن جائے گا۔

پیروڈی کیا ہے؟

طارق کلیم

پیروڈی ادب کی معروف اصطلاح ہے اور یہ مغرب سے اردو میں آئی ہے۔ اس کا تعلق مزاح سے ہے اور اس کے دائرہ کار میں نثر اور نظم دونوں آ جاتے ہیں۔

ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز میں پیروڈی کے متعلق درج ہے:

> An imitation of a specific work of literature (Prose or verses) or style devised so as to ridicule its characteristic feature, exaggeration, or the application of a serious tone to an absurd subject are typical method.[1]

اردو دان طبقے نے پیروڈی کا تصور مغرب ہی سے لیا اور اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی اردو میں پیروڈی کی شعریات کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ انگریزی کی تعریفوں سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ پیروڈی کا مقصد کسی فن پارے یا فن کار کی تضحیک ہے۔ اردو کے ناقدین بھی اس سے متفق ہیں۔ ظفر صدیقی کہتے ہیں: ''پیروڈی وہ صنفِ ظرافت ہے جس میں کسی کے طرزِ نگارش کی تقلید کر کے اس کے سٹائل یا خیالات کا مذاق اڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' ظفر صدیقی کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر قابلِ تعریف سمجھ کر تقلید کی جائے تو پیروڈی نہیں کہلائے گی اور پیروڈی تب ہی ہو گی جب خیالات یا سٹائل کا مزاق اڑایا گیا ہو[۲]۔ وزیر آغا بھی پیروڈی ایسی نقالی کو کہتے ہیں جس سے تضحیک مقصود ہو[۳]۔ ڈاکٹر فرحانہ منظور نے پی ایچ ڈی کا مقابلہ پیروڈی کے موضوع پر تحریر کیا۔ وہ بھی پیروڈی سے تضحیک کا مطالبہ کرتی ہیں[۴]۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کا بھی یہی خیال ہے کہ پیروڈی میں مذاق اڑانا ضروری ہے[۵]۔ مظہر احمد بھی پیروڈی کو ایک طرح کی تنقید (معروف معنوں میں) قرار دیتے ہیں[۶]۔ اس بحث کے نتیجے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیروڈی کسی فن کار، فن پارے یا طبقے کے اسلوب کی ایسی نقالی ہے جو مذاق اڑانے کی غرض سے کی گئی ہو۔ پیروڈی میں مزاح کا عنصر ہونا ضروری ہے۔

تاہم اردو میں پیروڈی بہت الجھی ہوئی اصطلاح ہے۔ پہلا الجھاؤ تو اس کے اردو متبادل کے بارے میں ہے۔ ۱۹۴۲ء کے ''ادبی دنیا'' میں ڈاکٹر داؤد رہبر نے پیروڈی کا ترجمہ تحریف کیا اور یہ ترجمہ رواج پا گیا[۷]۔ ڈاکٹر وزیر آغا[۸]، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش[۹]، ڈاکٹر اشفاق ورک[۱۰]، ڈاکٹر رؤف پاریکھ[۱۱]، ڈاکٹر فرحانہ منظور[۱۲] اور خواجہ عبدالغفور[۱۳] وغیرہ سب پیروڈی کا ترجمہ تحریف کرتے ہیں۔ مگر مزاج کے لحاظ سے پیروڈی اور تحریف دو مختلف چیزیں ہیں۔ اردو میں ان

دونوں کا چلن موجود ہے۔ تحریف مزاح پیدا کرنے کی مقبول صورت ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں تحریف کے معنی ہیں [۱۴]۔

ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کو رکھنا، کسی چیز یا کسی بات کو اس کی حالت اور وضع سے بدل دینا۔

کسی بات کو اس کے موضوع کے خلاف کہنا۔ کسی بات کو اس کے موضوع کے خلاف بیان کرنا۔

یعنی فن پارے میں دوسرا شخص کوئی رد و بدل کر دے اپنی مرضی کا لفظ اس طرح رکھ دے کہ جملہ یا شعر پھر بھی بامعنی رہے تو یہ عمل تحریف کرنا کہلائے گا۔ جب مزاح میں تحریف کی اصطلاح استعمال کی جائے گی اس سے ہنسی کا مطالبہ بھی کیا جائے گا۔ تحریف کے لیے ضروری ہے کہ جس شعر یا فن پارے میں تحریف کی جائے وہ بہت مقبول ہو۔ سامع یا قاری مشہور فن پارے سے پہلے سے واقف ہو یا تحریر میں اس سے واقفیت کروائی جائے۔ اس طرح قاری یا سامع نہ صرف تحریف سے لطف لیتا ہے بلکہ دونوں فن پاروں کے مفاہیم کے موازنے سے بھی حظ اٹھاتا ہے۔ شعر کی حد تک کامیاب تحریف وہ ہوگی جس میں کم سے کم الفاظ تبدیل کیے جائیں۔ عبدالحمید عدمؔ کا شعر ہے:

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں

کسی ستم ظریف نے ایک لفظ بدل کے شعر کو یوں کر دیا:

شاید مجھے نکال کے ''کچھ کھا'' رہے ہوں آپ محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں

ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر بامعنی بھی رہا اور ہنسی بھی آتی ہے۔ مندرجہ بالا شعر تحریف لفظی کی بہت عمدہ مثال ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر پیروڈی کے لیے اردو میں کیا اصطلاح استعمال کی جائے؟ راقم الحروف کا خیال ہے کہ پیروڈی کے لیے پیروڈی کا لفظ ہی مناسب ہے۔ جب اردو میں مختلف اصناف، ہیئتوں اور تنقید کے لیے بہت سی انگریزی اور غیر ملکی زبانوں کی اصطلاحات قبول کر لی گئی ہیں تو پیروڈی کو بھی کیا جا سکتا ہے۔ بقول مظہر احمد یوں بھی یہ لفظ اب اس قدر مستعمل ہے کہ ادب سے وابستہ لوگ اس سے بخوبی آگاہ ہیں [۱۵]۔

پیروڈی کے معنی کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جنھیں پیروڈی سے خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ اردو میں چوں کہ پیروڈی زیادہ تر شاعری میں ہوئی ہے، اس لیے زیرِ نظر مضمون میں شاعری کی ہی مثالیں دی جا رہی ہیں اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ پیروڈی میں جن اصطلاحات کی ملاوٹ ہوئی ہے ان میں سے اکثر کا تعلق شعر سے ہے۔ جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔

پہلی تو گرہ لگانا یا مصرع لگانا ہے۔ اردو کی شعری روایات میں کسی دوسرے کے مصرعے پر مصرع باندھنے کی مضبوط روایت رہی ہے۔ ظریف شعرا بھی اکثر مشہور مصرعوں پر گرہ لگاتے ہیں۔ وہ یہ کام اتنی ہنرمندی سے کرتے ہیں کہ شعر کا معنی بالکل تبدیل ہو جاتا ہے اور پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے۔ ایک فلم کا حال بیان کرتے ہوئے سید ضمیر جعفری کہتے ہیں:

لڑائی میں رقیبوں سے وہ اسلوب رواداری ''نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری'' [۱۶]

عام طور پر اسے بھی پیروڈی کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کسی طور بھی پیروڈی نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصد شعر یا شاعری کی تضحیک نہیں ہے۔ کسی دوسرے مصرعے پر گرہ چاہے مزاح پیدا کرنے کے لیے لگائی جائے یا کسی اور مقصد سے اسے ہم گرہ لگانا ہی کہیں گے۔ یہ غلط رویہ ہے کہ اگر ہنسی کا امکان پیدا ہو تو گرہ لگانے کی بجائے پیروڈی ہو جائے۔ مندرجہ

بالا شعر کو ہم اقبال کے مصرعے پر گرہ لگانا ہی کہہ سکتے ہیں۔ گرہ لگانے میں اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ جس مصرعے پر گرہ لگائی جا رہی ہے وہ بہت مقبول ہو اور ادب کا قاری اس سے واقف ہو۔

دوسری چیز جسے پیروڈی میں شامل کر دیا جاتا ہے وہ زمین میں لکھنا ہے۔ زمین سے مراد کسی شعر کی بحر، قافیہ اور ردیف ہے اردو میں مشہور شاعروں کی زمینوں میں لکھنے کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ کسی نے مزاحیہ اسلوب میں کسی شاعر کی زمین کو برت لیا تو اسے پیروڈی قرار دے دیا جاتا ہے جو پیروڈی کے مفہوم سے متصادم ہے۔ زمین میں لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمین بہت مشہور ہو۔ ظریف شعرا مشہور اساتذہ کی زمینوں کو برتتے ہیں اور ان میں اس طرح طبع آزمائی کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والوں کو ہنسی آ جاتی ہے۔ غالب کی غزل ''ابنِ مریم ہوا کرے کوئی'' کی زمین میں سید ضمیر جعفری کی غزل کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

چیز ملتی ہے ظرف کی حد تک اپنا چمچہ بڑا کرے کوئی
سوچتا ہوں کہ اس زمانے میں دادی اماں کو کیا کرے کوئی[۱۷]

سید ضمیر جعفری نے غالب کی زمین میں لکھا ہے اور اس کا مقصد غالب کا مذاق اڑانا نہیں بلکہ یہ ایک طرح کا خراج تحسین ہے جس شاعر کی زمین میں لکھا جائے دراصل اس کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لیے مندرجہ بالا اشعار کو غالب کی پیروڈی نہیں کہا جائے گا۔

تضمین کرنے کو بھی پیروڈی سے ملا لیا جاتا ہے۔ ظریف شعرا کے ہاں تضمین نگاری کا عام رواج ہے وہ اپنی نظم یا قطعہ میں کسی مشہور شاعر کا مصرع اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ہنسی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ انور مسعود کا قطعہ ہے:

یہاں کلچے لگائے جا رہے ہیں نمک کیوں لائیے جا کر کہیں سے
اٹھا کر ہاتھ میں میدے کا پیڑا ''پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے''[۱۸]

اس قطعے میں آخری مصرع شجاع الدین انور دہلوی کا ہے۔ یہ قطعہ پڑھ کے یہ احساس ہوتا ہے انور مسعود کا مقصد شجاع الدین انور دہلوی کا مذاق اڑانا نہیں ہے۔ تضمین بھی عام طور پر اس مصرعے کو کیا جاتا ہے جو پہلے سے بہت مقبول ہو۔ اس کا مقصد تضحیک کرنا نہیں ہوتا۔ غلط فہمی کی بنا پر اسے بھی پیروڈی کہہ دیا جاتا ہے۔ اسے ہم تضمین نگاری کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔

تقلیب خندہ آور بھی ایک ایسی شے ہے جسے پیروڈی سے الگ نہیں کیا جاتا۔ تقلیب خندہ آور میں عام طور پر کسی فن پارے کی نقل اس طرح کی جاتی ہے کہ ہنسی آ جائے۔ اس میں اس بات کا خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ فن پارے کا مرکزی خیال برقرار رہے اس بارے میں وزیر آغا کہتے ہیں: ''تقلیب خندہ آور کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ کسی ادب پارے کو دوبارہ اس انداز میں لکھا جائے کہ مزاح کی تخلیق ہو سکے[۱۹]۔'' فضل جاوید کہتے ہیں: ''تقلیب خندہ آور میں اصل تخلیق کے خیالات کو بالکل نہ بدلتے ہوئے اسے دوبارہ اس انداز میں لکھا جاتا ہے کہ اس میں مزاح پیدا ہو'' [۲۰]۔

یعنی نظم کا مرکزی خیال ہئیت اور زمین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور اسے دوبارہ اس طرح لکھا جاتا ہے کہ ہنسی آئے۔ اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی شاعر کے خیالات کی مزاحیہ توسیع ہے۔ اردو میں تقلیب خندہ آور کی بے شمار مثالیں

موجود ہیں۔سید محمد جعفری کی نظم ''جب لاد چلے گا بنجارہ'' اس زاویے سے مطالعے کے لائق ہے۔سید محمد جعفری نے نظیر اکبر آبادی کی نظم کے مرکزی خیال کو برقرار رکھتے ہوئے اسے از سرِ نو لکھا ہے۔اس نظم کا ایک بند درج کیا جاتا ہے:

جب وفد بنا کر چودھریوں کا لے جاتا ہے طیارہ — کچھ اس میں افسر جاتے ہیں، کچھ بیوپاری، کچھ ناکارہ
ایکسچینج انھیں دے دیتا ہے یہ ملک ہمارا بے چارہ — ''ٹک حرص وہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ''[۲۱]

تحریف اور تضمین کی طرح تقلیب خندہ آور کے لیے بھی ضروری ہے جس فن پارے کی تقلیب کی جائے وہ بہت مقبول ہو۔مزاحیہ شعرا کے یہاں تقلیب خندہ آور کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔

ہم نے انسائیکلو پیڈیا زاور دیگر علمائے فن کی آرا سے پیروڈی کے بارے میں جو کچھ اخذ کیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیروڈی کا مقصد کسی فن کار یا فن پارے کی تضحیک کرنا ہے۔اگر مذاق اڑانا مقصود نہ ہو تو پیروڈی نہیں ہے۔تاہم صورت حال اس وقت پیچیدہ ہوتی ہے جب ہمارے فاضل نقاد اور محققین پیروڈیز کی مثالیں دینا شروع کرتے ہیں اور اپنے کہے کی خود تردید کر دیتے ہیں۔ظفر احمد صدیقی کا موقف پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔مگر جب اپنے اسی مضمون میں وہ پیروڈی کی مثالیں دینا شروع کرتے ہیں تو تضاد سامنے آتا ہے۔مثالوں میں غالب اور اقبال کی مشہور ''پیروڈیز'' (جو اصل میں تحریفِ لفظی یا گرہ لگانا ہیں) دے رکھی ہیں۔ان شعروں میں جو تبدیلی کی گئی ہے وہ بہر حال تضحیک یا مذاق اڑانے کے مقصد سے نہیں کی گئی۔وہ پیروڈی کی مثال دیتے ہیں:

بے کاریٔ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل — جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

اس شعر میں یہ ردو بدل ہے:

اس مس سے شیک ہینڈ کی ہے دل کو آرزو — جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی[۲۲]

اس مثال کو پڑھ کر کوئی عام سا ادبی ذوق رکھنے والا شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ اس ردو بدل سے غالب کا مذاق اڑانا مقصود نہیں۔نہ ہی غالب کی کسی غلطی کی تصحیح مطلوب ہے۔بلکہ یہ ردو بدل اسی لیے کیا گیا ہے کہ غالب کا یہ شعر بہت مقبول ہے اور جس نے ردو بدل کیا ہے وہ اس شعر کو پسند کرتا ہے۔

ڈاکٹر فرحانہ منظور اس بات کی قائل ہیں کہ پیروڈی کے ذریعے کسی فن پارے کا مذاق اڑایا جائے مگر جب وہ مثالیں دیتی ہیں تو وہ کسی طرح بھی ان کے لیے اپنے موقف کی تائید نہیں کرتیں۔کون کہہ سکتا ہے کہ مجید لاہوری نے ''جدید آدمی نامہ'' لکھ کر نظیر اکبر آبادی کا مذاق اڑایا ہے یا سید محمد جعفری نے جب ''لاد چلے گا بنجارہ'' لکھی تو ان کا مقصد نظیر اکبر آبادی کی اصلاح تھی۔

ہندوستان سے پیروڈی کے فن پر مظہر احمد نے پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا۔اس مقالے میں مظہر احمد نے احتیاط کا مظاہرہ نہیں کیا۔انھوں نے مسٹر دہلوی کی ''بنجارہ نامہ'' (یہ تقلیب خندہ آور ہے) سید محمد جعفری کی ''جب لاد چلے گا بنجارہ'' (تقلیب خندآور)، وزیر کی نماز (اقبال کی زمین)، لاالہ الا اللہ (اقبال کی زمین)، مجید لاہوری کی ''ماڈرن آدمی نامہ'' (تقلیب خندہ آور) سب کو پیروڈی کی لاٹھی سے ہانک دیا۔سرفراز شاہد نے ''سخن معکوس'' کے نام سے پیروڈیوں کا انتخاب کیا ہے۔ان میں بھی وہی

قباحت ہے جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۲۰۱۵ء میں ڈاکٹر عمران ظفر کی کتاب ''تحریفاتِ کلام اقبال'' کے نام سے منظرِ عام پر آئی ہے۔ اس میں کوئی بھی نظم ایسی نہیں جو پیروڈی کی تعریف پر پورا اترتی بلکہ انھیں تو تحریف بھی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

اردو میں پیروڈی کا چلن زیادہ نہیں ہے۔ ہماری مشرقی روایات سرِ عام کسی کی تضحیک کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر پیروڈیز سننے کا موقع مل بھی جاتا ہے تاہم انھیں طبع نہیں کروایا جاتا۔ اردو شاعری میں پیروڈی کی مثال بہت زیادہ نہیں لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ پیروڈی سرے سے ہوئی ہی نہیں۔ حاجی لق لق نے اپنی کتاب ''ادب کثیف'' میں چند آزاد نظمیں لکھی ہیں جو آزاد نظموں کی پیروڈیز ہیں۔ ان نظموں میں انھوں نے آزاد نظم کی ہیت کا مذاق اڑایا ہے۔ مثال کے طور پر حاجی لق لق کی نظم ''تم کیا ہو'' درج کی جاتی ہے[۲۳]۔

تم کیا ہو
تم کیا ہو......اے جان تم کیا ہو؟
تمھاری باتیں میٹھی ہیں
تمھاری ادائیں شیریں ہیں
تمھاری گالیوں میں مٹھاس
تمھاری جھڑکیوں میں حلاوت
تم کیا ہو؟
اے جان......تم کیا ہو؟
......متھرا کے پیڑے
تم کیا ہو......اے جان تم کیا ہو؟
تمھارے حسن میں نمکینی
تمھاری گفت گو چٹپٹی
تمھارا خال فلفل سیاہ
تمھارے نخرے میں گرم مصالحہ
تم کیا ہو
اے جان......تم کیا ہو
گرما گرم آلو چھولے

اس طرح وہ سطحی اور بے معنی جملے لکھتے چلے جاتے ہیں اور خاصی طویل نظم لکھ ڈالتے ہیں۔ کنہیا لال کپور نے کافی پیروڈیز کی ہیں۔ انھوں نے ترقی پسند اور جدیدیت پسند، دونوں شعرا کی تخلیقات کا خاکہ اڑایا ہے۔ انھوں نے میرا جی کو ہیرا جی کر کے ایک نظم کہلوائی جس کا عنوان ''بینگن'' ہے[۲۴]۔

چنچل بینگن کی چھب نیاری
رنگ میں تم ہو کرشن مراری
جان گئی ہیں سکھیاں پیاری
رادھا رانی آ ہی گئی تو
کرشن کنہیا ڈھونڈ رہے ہیں
لیکن میں تو بھول چکا ہوں
بینگن سے یہ بات چلی تھی
بھوک لگی تھی کتنی ہائے
جی میں ہے اک بھون کے بینگن
کھاؤں لیکن رادھا پیاری
رنگ کو اس کے دیکھ کے تجھ کو
یاد آتے ہیں کرشن مراری
اس لیے بھوکا اپنا شہر
چوں کہ میں ہوں پریم پجاری

بعض اوقات کسی طبقے کی زبان کی نقل بھی کی جاتی ہے ظفر احمد صدیقی اسے بھی پیروڈی قرار دیتے ہیں[۲۵]۔ راقم الحروف کا بھی خیال ہے کہ اسے پیروڈی کہہ لینا چاہیے۔ جب کسی طبقے یا مکتبہ فکر کے خاص اسلوب کی نقل اس لیے کی جائے کہ مذاق اڑانا پیشِ نظر ہو تو اسے پیروڈی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ اردو میں اس کی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔ مجید لاہوری کی نظم ''اِجت کُھدا نے دیا'' ایک گجراتی سیٹھ کی زبان کی دل چسپ پیروڈی ہے:

''جاستی'' تو نہیں ''فر'' بھی سوچو ''جرا'' پانچ چھ ''چوپڑی'' تو ''پڑھیلا'' ہے ہم
پانچ چھ ''چوپڑی'' پڑھ کے ''کمتی میں کمتی'' بھی لاکھوں کا ''بجنس'' کریلا ہے ہم
ہم کو ''اجت'' یہ سارا ''کھدا'' نے دی آج موٹر کے اوپر ''چڑھیلا'' ہے ہم[۲۶]

اس مختصر مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ پیروڈی کے بارے میں موجود ابہام کو دور کیا جائے اور پیروڈی پر جو انٹ شنٹ چھاپا جا رہا ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ پیروڈی ایک واضح اصطلاح ہے اور اسے دیگر اصطلاحات سے علیحدہ رکھا جانا ضروری ہے۔ اس معاملے میں بے احتیاطی سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں جو طلباء اور نو واردانِ ادب کے لیے خاص طور پر پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔ راقم الحروف کو یہ دعویٰ نہیں کہ اس مضمون کے ذریعے بات بالکل واضح ہو گئی ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ اس مضمون کے ذریعے علمائے فن کو مہمیز ملے گی اور وہ اس اصطلاح کو واضح کرنے کی شعوری کوشش کریں گے۔
(ماہنامہ: ''قومی زبان'' کراچی)

حواشی

۱۔ مارٹن گرے، Dictionary of Literary Terms
۲۔ ظفر احمد صدیقی، ’’اردو ادب میں پیروڈی‘‘ مطبوعہ ’’علی گڑھ میگزین‘‘ (طنز و ظرافت نمبر ۱۹۵۳ء) ص: ۴۷
۳۔ وزیر آغا ’’اردو ادب میں طنز و مزاح‘‘، (لاہور: مکتبہ عالیہ) طبع نہم ۱۹۹۹ ص ۴۸
۴۔ ڈاکٹر فرحانہ منظور، ’’اردو میں پیروڈی‘‘، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، ۲۰۱۰ء، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور)، ص: ۷
۵۔ ایم سلطانہ بخش، ’’داستانیں اور مزاح‘‘، ص: ۶۳، ۶۴
۶۔ مظہر احمد (مقدمہ) ’’پیروڈی‘‘، مرتبہ مظہر احمد (دہلی: نیو پبلک پریس، ۱۹۹۱ء) ص: ۵
۷۔ داؤد رہبر، ’’فارسی اور اردو میں پیروڈی کا تصور‘‘، ’’ادبی دنیا‘‘ (۱۹۴۶ء) ص: ۶۵
۸۔ ڈاکٹر وزیر آغا، ’’اردو ادب میں طنز و مزاح‘‘ ص: ۴۸
۹۔ ایم سلطانہ بخش، ’’داستانیں اور مزاح‘‘، ص: ۶۳
۱۰۔ ڈاکٹر اشفاق ورک، ’’اردو ادب میں طنز و مزاح‘‘ ص: ۳۹
۱۱۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ ’’اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی و سماجی پس منظر‘‘، ص: ۵۰
۱۲۔ فرحانہ منظور، ’’اردو میں پیروڈی‘‘ ص: ۱۶۔ ۱۷
۱۳۔ خواجہ عبدالغفور، ’’طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ‘‘، (نئی دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس) ۱۹۸۳ء
۱۴۔ ’’فرہنگ آصفیہ‘‘، اردو سائنس بورڈ، طبع ششم، ۲۰۱۰ء
۱۵۔ مظہر احمد (مقدمہ) ’’پیروڈی‘‘، مرتبہ مظہر احمد، (دہلی: نیو پبلک پریس)، ۱۹۹۱ء ص: ۳
۱۶۔ سید ضمیر جعفری، ’’نشاط تماشا‘‘، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز) ۲۰۱۴ء، ص: ۴۴
۱۷۔ ایضاً ص: ۲۲۔ ۲۳
۱۸۔ انور مسعود، ’’قطع کلامی‘‘، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز) ۲۰۱۰ء ص: ۳۲
۱۹۔ ڈاکٹر وزیر آغا، ’’اردو ادب میں طنز و مزاح‘‘، ص: ۴۸۔ ۴۹
۲۰۔ فضل جاوید، ’’اردو پیروڈی اودھ پنچ سے شگوفہ تک‘‘، مطبوعہ ماہنامہ ’’شگوفہ‘‘، جولائی ۲۰۰۵ء جلد ۳۸، شمارہ: ۰۷، ص: ۸۰
۲۱۔ سید محمد جعفری، ’’کلیاتِ سید محمد جعفری‘‘ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز) ص: ۴۷
۲۲۔ ظفر احمد صدیقی، ’’اردو ادب میں پیروڈی‘‘ ص: ۵۱
۲۳۔ حاجی لق لق، ’’ادب کثیف‘‘، (لاہور: مکتبہ اردو، طبع دوم س ن) ص؟
۲۴۔ کنہیا لال کپور، ’’اودھ پنچ‘‘، ’’کنہیا لال کپور نمبر‘‘ (لکھنؤ، شمارہ ۱۲، س ن) ص: ۵۷۔ ۵۸
۲۵۔ ظفر احمد صدیقی، ’’اردو ادب میں پیروڈی‘‘ ص: ۵۴۔ ۵۵
۲۶۔ مجید لاہوری، ’’کانِ نمک‘‘، (کراچی: مکتبہ مجید)، ۱۹۵۸ء، ص: ۱۲۲

منقبت امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

حکیم سید محمود احمد سرور سہارن پوری

سلام اس پر جو دربارِ رسالت میں غنی ٹھہرا
خدا کی راہ میں ایثار جس کا گفتنی ٹھہرا

وہ عثمانِ غنی، حبِ نبی جس کا وظیفہ ہے
رسول اللہ ﷺ کا جو تیسرا سچا خلیفہ ہے

جو حسنِ صبح ہے، نورِ شبینہ ہے، سلام اس پر
جو طوفاں میں عزیمت کا سفینہ ہے، سلام اس پر

سلام اس پر کہ جس نے سبقتِ ایماں بھی پائی ہے
سلام اس پر خلافت جس کے دروازے تک آئی ہے

خدا راضی ہوا جس کی سخاوت سے سلام اس پر
محمد مصطفیٰ ﷺ خوش جس کی عادت سے سلام اس پر

سلام اس پر حیا کا نام جس کے دم سے تابندہ
ثبات و استقامت جس کے حسنِ کار سے زندہ

نبی پاک ﷺ خود جس کی حیا کا پاس کرتے ہیں
فرشتے جس کی غیرت کا سدا احساس کرتے ہیں

شرف دو ہجرتوں کا جس کو بخشا ہے مشیت نے
چنا ہے رشتہ داری کے لیے جس کو نبوت نے

سلام اس ذات پر جو صاحبِ نورین کہلائے
نبی ﷺ کی دخترانِ پاک کو جو عقد میں لائے

جو اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کا شرف پائے
سلام اس پر کہ جو پہلا مہاجر جوڑا کہلائے

جو اخلاقِ محمد ﷺ کا پیامی ہے، سلام اس پر
بہرصورت وفا کا نامِ نامی ہے، سلام اس پر

رہِ انفاق میں حد نظر تک سایہ اس کا ہے
جہاد فی سبیل اللہ میں سرمایہ اس کا ہے

جو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے زندگی شاداب کرتا ہے
مدینہ "چاہ رومہ" لے کے جو سیراب کرتا ہے

وہ شبنم کی طرح برسا ہے ایماں کی زمینوں پر
وہ بارش نور کی ہے، نور سے معمور سینوں پر

ہے اک ابر کرم ، دینِ شہ ابرار کے حق میں
وہ ایک برق شرر افشاں، مگر کفار کے حق میں

محبت سے مزین جس کا سینہ ہے سلام اس پر
کہ عفو درگزر جس کا قرینہ ہے سلام اس پر

جبینِ وقت پر عثمان ہی کا نام کندہ ہے
جو پیکر ہے رضا کا، صبر کرنے والا بندہ ہے

وہ جس کی خامشی لطفِ تکلم سے عبارت ہے
اسی کے نام تو مکے کا اعزاز سفارت ہے

بہ وقتِ بیعتِ رضواں جسے محبوب فرمایا
نبی ﷺ نے اپنے دستِ پاک سے منسوب فرمایا

نبی ﷺ کی پیروی جس کا مقدر ہے، سلام اس پر
جو فیضانِ نبوت سے منور ہے ، سلام اس پر

سلام اس پر یہاں پروانۂ راحت ملا جس کو
نبی ﷺ سے زندگی میں مژدۂ جنت ملا جس کو

مسلمانوں کا خوں بہنے نہ دے، سلطان ایسا ہے
جو سب کے واسطے خود جان دے، ذیشان ایسا ہے

محافظ دین کا ہے، ناشر قرآن بھی وہ ہے
وہ عثمان غنی ہے، جامع قرآن بھی وہ ہے

سلام اس کی شہادت پر کہ ہے پیشِ نظر قرآں
سلام اس خون پر جس کا امیں ہے، مصحفِ قرآں

شہادت کا وہی اللہ سے انعام لیتا ہے
جو اپنی زندگی دینِ خدا پر وار دیتا ہے

سلام اس پر گدائی جس کے در کی بادشاہی ہے
اسی کے نام سے اے سؔرو یہ مدحت سرائی ہے

❁ ❁ ❁

not found.

تیسرے امام کی منقبت

احمد جاوید

تیری آواز قرآن کی ہم لحن ہے
مولا!
تیرا ہاتھ رسول اللہ کا ہاتھ ہے
یداللہ کے سرمدی لمس کا وارث!
غیب وشہود کی منتہا در منتہا یکجائی کے نورانی سمٹاؤ میں
تو قائم کیا گیا الوہی تھام کے ساتھ
احمد مختار کی دست گیر سہار کے ساتھ

مالک الاشتر کی خبیث تلوار
قرآن کے حلقوم پر گری تھی
اس شیطان کی ضرب نے
ابوالقاسم کے دستِ مبارک کو گزند پہنچائی
تیرے دشمنوں نے اسلام کے شاداب شجر پر زہراب چھڑکا
اور مدینے کی پاک مٹی میں خباثت کاشت کرنے کی ٹھانی
دوزخ کے کتوں کی مکروہ غراہٹوں نے
حیا اور سخاوت کے ملکوتی آفاق سے طلوع ہونے والے
سورج کی مقدس پیشانی کو پرخراش کر دیا
نجس نیتوں کے تعفن نے ابلیس کی ریاح کی طرح طغیان کیا
اور کچھ ایسی آنکھوں کو بھی گدلا کر دیا
جنھیں نبی کی مزکیٔ رویت نے پاکی تلقین کی تھی
شیطانوں کا بدبودار جھنڈ
اس گل تر کو برگ برگ کرنے نکلا تھا
جس کی تزئین میں بہار کا سارا اندوختہ صرف ہوا تھا

احسان فراموش خنزیروں کا ریوڑ حقارت سے ہنکا دیا جاتا
قبطی بندروں کا منحوس جتھا ایک ہش سے کھدیڑا گیا ہوتا
کفر کے راتب پر پلنے والا گیدڑوں کا قبیلہ
کھائے ہوئے بھوسے کی طرح پامال ہو چکا ہوتا
مگر اسے مظلومی کے جاوداں آسمان
تو نے صبر کی چادر لپیٹے رکھی
اور اسماعیل کی وراثت کو اپنی عفیف گرفت سے نکلنے نہ دیا
تو نے گرنے نہ دیا رحمۃ اللعالمینی کا سائبان۔۔۔۔
اور قاتل بچھوؤں کی تیزابی باڑھ
شیطان کی قے کی طرح اس خاک پر پھیل گئی
جس سے افلاک اگا کرتے تھے
اور جبریل نمو پاتے تھے
اے عثمان! اے امام مظلوم! اے وارث اسماعیل!
تو صبر کے قلعے کا سب سے اونچا برج ہے
حیا کے بہشتی خیام کی سب سے پکی سہار
سخا کے آسمان کا سب سے روشن ستارہ۔۔۔۔
تو بندگی کی محمدی اٹھان پر استوار رکھا گیا
مولا! تیرا پیڑ ربانی بلندیوں سے سینچا گیا
شورزدہ زمینوں کی سنڈیاں تیرا پھل نہ کھائیں گی
نجاست نژاد چھچھوندریں تیری مطہر چھاؤں نہ کتریں گی
وہ سعید ساعت ابھی زمانے کے ضمیر میں نمو پا رہی ہے
جب خدائی جلال تیرے سب دشمنوں کو
ذلت اور نابودی کے میدان میں گھیرے گا
اور آگ کو نئی ڈیگ ملے گی
کہ ناگ پھنی کا جنگل جلا کر پاک رہے۔۔۔۔
جہنم کے دھوئیں کا مشتاق بگولا
سمیٹ لے گا زمین کا سارا خس و خاشاک (آندھی کا رجز)

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

ظلمتوں میں چاند ڈھلتا رہ گیا
میں کفِ افسوس ملتا رہ گیا

نکہتوں کو کھا گئی بادِ خزاں
پھول خاروں پر تڑپتا رہ گیا

منزلوں کے مٹ گئے نام و نشاں
میں فقط راہوں پہ چلتا رہ گیا

جان و دل کو کھا گئی ہے بے رخی
اشک آنکھوں سے ٹپکتا رہ گیا

کون آیا پردۂ افلاک سے
آسمانوں کو میں تکتا رہ گیا

ہر طرف بکھری ہوئی ہے تیرگی
چاندنی کو جی ترستا رہ گیا

بے نیازِ تشنگی صحرا ہوئے
بحر میں دریا اترتا رہ گیا

میں فراتِ وقت پر تشنہ رہا
ابر سر پر ہی گرجتا رہ گیا

کس نے پکڑا ہاتھ میرا تو بتا
ہاتھ پہ میں ہاتھ دھرتا رہ گیا

خالدؔ اندر کا تھا جو انساں میرا
میرے اندر ہی سسکتا رہ گیا

عشق کے قیدی (ناول) (قسط نمبر۲)

ظفر جی

کچھ ہی دیر میں ہال کچھا کھچ بھر چکا تھا۔ چاند پوری مجھے ایک کونے میں دھکیل کر ایک بار پھر کہیں گم ہو چکے تھے۔

"اختر علی خان... روزنامہ ''زمیندار'' ... کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟؟" ایک ادھیڑ عمر شخص میرے سر پر آن کھڑا ہوا۔

"جج.... جی جی... ضرور...." میں اپنی کرسی پر بیٹھا بیٹھا سکڑ گیا۔

"نوازش... کس روزنامچے سے ہیں آپ....؟" انہوں نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"جی میں وہ... دراصل.... چچ... چاند پوری..." میں ہکلایا۔

"چاند پوری؟؟ ماشاء اللہ کہاں سے چھپتا ہے؟"

"ہر پانچ منٹ بعد چُھپ جاتا ہے.... وہ رہے.... وہ تیسری قطار میں... وہ جن کے ہاتھ میں سموسہ ہے.... میں ان کے ساتھ ہوں!"

"اچھا... اچھا.... ماشاء اللہ!" وہ چشمہ درست کرتے ہوئے بولے۔

میں کچھ دیر کن اکھیوں سے ان صاحب کو ٹٹولتا رہا پھر ہمت جمع کر کے بولا: ''روزنامہ ''زمیندار'' وہی ہے نا.... جسے مولانا ظفر علی خان چلاتے ہیں؟''

"جی وہ میرے والدِ محترم ہیں... ضعف پیری غالب ہو چکا... اب میں چلا رہا ہوں اخبار "

میں چونک کر ظفرُ المِلّت وَالدّین کے سپوت کو حیرت وعقیدت سے دیکھنے لگا۔

اسی دوران ہال میں ایک انتہائی رعب دار شخصیّت داخل ہوئی۔ مولانا اختر علی خان احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی دیکھا دیکھی کھڑا ہو گیا۔

"امیرِ شریعتؒ آئے ہیں!" انہوں نے سرگوشی کی۔

"اوہ.... سبحان اللہ" میرے منہ سے نکلا۔

امیرِ شریعتؒ کا ذکر میں نے کئی کتابوں میں پڑھا تھا.... اور علماء کی تقریروں میں بھی سنا تھا.... آج چشمِ تخیّل سے پہلی بار زیارت نصیب ہو رہی تھی.... چہرہ پر بہار، زلفِ خمدار، نگاہوں میں عشقِ رسول ﷺ کا خمار، بڑھاپے کے باوجود شخصیّت میں ایک عزم.... ایک وقار....! لوگ احتراماً کھڑے ہونے لگے۔

"ساتھ کون حضرات ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ماسٹر تاج الدینؒ....شیخ حسام الدینؒ....اور صاحبزادہ فیض الحسن صاحبؒ"

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو سٹیج کے سامنے پہلی قطار کی کرسیوں میں جگہ دی گئی۔ وہ بیٹھنے لگے تو ایک بزرگ نے ان کے کان میں آ کر کچھ سرگوشی کی۔ شاہ صاحب دوبارہ اٹھے اور اپنی دائیں جانب تشریف فرما بابوجیؒ کے پاؤں کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیے۔ بابوجیؒ نے دونوں ہاتھ تھام لئے اور گلے سے لگا لیا۔ امیرِ شریعتؒ نے پیر صاحب کا ماتھا چوما اور شعر پڑھا :

کتھے مہر علی ، کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

کچھ دیر بعد ایک خوش الحان قاری نے تلاوت کلام پاک سے ماحول کو مشکبار کیا۔ پھر مولانا عبدالستار نیازی سٹیج پر تشریف لائے۔ جیب سے ایک پرچی نکالی اور پرسوز آواز میں ایک نعت شریف کے پھول بکھیرنے لگے:

یا مصطفیٰ ، خیرالوریٰ ، تیرے جیہا کوئی نہیں

کینوں کہواں تیرے جیہا ، تیرے جیہا کوئی نہیں

تیرے جیہا سوہنا نبی ، لبھاں تے تاں جے ہووے کوئی

مینوں تاں ہے اپناں پتا ، تیرے جیہا کوئی نہیں

اس کے بعد صاحبزادہ گولڑہ شریف بابوجیؒ سٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا:

"یہاں ہر مسلک کے علمائے کرام موجود ہیں۔ کچھ سے موافقت رہی ہے۔ کچھ سے اختلاف رہا ہے اور کچھ سے سخت کشیدگی۔ میں سب کو معاف کرتا ہوں اور سب سے معافی کا طالب ہوں۔ راولپنڈی کے عالم دین مولانا غلام اللہ خان سے ہماری مخاصمت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ان کے اور ہمارے بیچ بے شمار اختلاف ہیں، لیکن حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوّت کے صدقے میں مولانا غلام اللہ خان کے جوتے بھی اٹھانے کو تیار ہوں۔ "

پیر صاحب نے ایک ہی عاجزانہ پھونک سے فرقہ واریت کی وہ آگ بجھا دی جس میں ربع صدی سے ہندوستان کا مسلمان جل رہا تھا۔ پورا ہال سبحان اللہ، ماشاء اللہ کی صداؤں سے گونج اٹھا۔

"مسئلۂ ختمِ نبوت کی برکات کا ظہور ہو چکا...." مولانا اختر علی خان بول اٹھے۔ "صدیوں بعد اختلاف کی برف پگھلی ہے بھائی....1935ء میں مسجد شہید گنج موومنٹ کے لئے بھی اس طرح کا اتحاد پیدا نہ ہو سکا تھا....شاید آپ کو یاد ہو؟

"جی میں تھوڑا بعد میں پیدا ہوا تھا....البتہ آج کا اجتماع واقعی روح پرور ہے" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔تمام مکاتیبِ فکر کے علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے کھل کر عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دفاع کیا اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوّت کے تار پود بکھیر دیے۔مقررین اس نکتہ پر متفق تھے کہ ملک میں مرزائیت کا کھوٹا سکّہ نہیں چلنے دیں گے۔حکومت آئین میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے اور سر ظفر اللہ قادیانی کو وزارتِ خارجہ کے قلمدان سے برخاست کرے، کیونکہ اسی ظفر اللہ خان نے قائدِ اعظم کا جنازہ یہ کہہ کر پڑھنے سے انکار کر دیا تھا کہ ایک "مسلمان" کسی کافر کا جنازہ کیسے پڑھ سکتا ہے۔ تقاریر جاری تھیں کہ مجھے نیند نے آ لیا۔میں کرسی سے ٹیک لگائے اونگھنے لگا۔جانے میں کتنی دیر سویا رہا۔اچانک ایک بھاری بھرکم آواز نے مجھے جگا دیا۔یوں لگ رہا تھا جیسے ہال میں زلزلہ آ گیا ہو:

"میں میاں ﷺ کے سوا کسی کا نہیں۔نہ اپنا نہ پرایا۔میں اُنہیں کا ہوں۔وہی میرے ہیں۔جن کے حسن و جمال کو خود ربِ کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو۔میں اُن کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے اُن پر جو اُن کا نام تو لیتے ہیں، لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا بھی دیکھتے ہیں۔جو نام نہاد مسلمان نبوت کے ڈاکوؤں سے حسنِ سلوک اور رواداری کے قائل ہیں۔وہ حرماں نصیب روزِ محشر شفیعِ اُمّت ﷺ کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے، جو میاں ﷺ کا نہیں، وہ اس قابل نہیں کہ اسے منہ بھی لگایا جائے۔! "

پُوری محفل دم بخود ہو کر امیرِ شریعتؒ کا خطاب سن رہی تھی۔

"مسلم لیگ والو! تم ناموس رسالت کا تحفظ کرو۔میں تمہارے کُتّے بھی پالنے کو تیار ہوں۔میں تمہارے سؤر چرانے کو تیّار ہوں۔میں پوچھتا ہوں: پاکستان کس نے بنایا؟ مسلم لیگ نے یا جماعت احمدیہ نے؟ مرزا بشیر الدین اور سر ظفر اللہ کا پاکستان سے کیا تعلق ہے؟ یہ دُم بریدہ سگانِ برطانیہ اب پاکستان میں دندناتے پھر رہے ہیں۔میں پوچھتا ہوں کیوں؟ ہم ان کی یہ غدارانہ سرگرمیاں ہرگز برداشت نہیں کریں گے اور پاکستان کو مرزائی اسٹیٹ نہیں بننے دیں گے۔ "

کنونشن کے بعد علماء کرام ہال سے نکلے تو اخباری نمائندوں نے گھیر لیا۔

"ہم نے ایک مشترکہ مجلسِ عمل تشکیل دے دی ہے جو مسئلۂ قادیانیت پر عوامی بیداری کے ساتھ ساتھ حکومت سے اس مسئلے پر مذاکرات بھی کرے گی۔" مولانا ابوالحسناتؒ نے کہا۔

''حکومت کے سامنے آپ کیا مطالبات رکھیں "؟ ایک رپورٹر نے دریافت کیا۔''

''ہم نے چار مطالبات حکومت کے سامنے رکھے ہیں.....

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے....سر ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے برطرف کیا جائے۔تمام قادیانیوں کو کلیدی پوسٹوں

سے ہٹایا جائے اور ربوہ شہر کو عام مسلمانوں کے لئے کھول دیا جائے۔

"مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں مجلس عمل کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ "

"ہم ایک پُرامن تحریک چلائیں گے اور ہم پُر امید ہیں کہ حکومت مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے مطالبات پر ضرور غور کرے گی۔ یہ صرف ایک مذہبی مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ایک سیاسی اور معاشرتی مسئلہ بھی ہے.... "

" کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ تحریک کامیاب ہوگی؟ "

" دیکھئے .... ساڑھے تیرہ سو سال میں بے شمار کذاب مدعیانِ نبوّت آئے اور آج دنیا ان کے نام سے بھی واقف نہیں۔حکومت میں بیٹھے سیاسی حکیم اور دانشور بھلے مرزائیت کے جاں بلب گھوڑے کی مالش کرتے رہیں۔ہمیں یقین ہے کہ سواری اور شہسوار ایک دن ضرور منہ کے بل گریں گے۔ہم تو اِس جدوجہد میں بس اپنی قبولیت کے متلاشی ہیں.... "

چاند پوری کاپی پنسل سنبھالے نوٹس لے رہے تھے اور میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گُندھی صورتوں کو دیکھ رہا تھا کہ دیکھنا جن کا کسی ثواب سے کم نہ تھا۔(18 مئی 1952ء جہانگیر پارک کراچی)

چاند پوری ایک درخت سے ٹیک لگائے پان چبا رہے تھے اور میں گھاس پر بیٹھا مکھیاں مار رہا تھا۔رات ہی ہم ٹرین کا سفر کر کے کراچی پہنچے تھے۔عصر کا وقت تھا اور ہم جہانگیر پارک کی گھنّی چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ہر پانچ منٹ بعد سپیکر سے "ہیلو، ہیلو، ہیلو مائیک ٹیسٹنگ" کی آواز آتی۔ چاند پوری نیم وا آنکھیں کھولتے، پھر درخت کی جڑ میں ایک پچکاری مار کر کہتے: "اندھیر نگری ہے بھئی....اندھیر نگری! "

جہانگیر پارک میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ تھا۔شہر بھر میں جلسے کے اشتہارات لگائے گئے تھے۔جن پر آویزاں وزیر خارجہ ظفراللہ خان کی قد آدم تصاویر قوم کا منہ چڑھا رہی تھی۔حالانکہ دو ہی ہفتے قبل وزیر اعظم نے سرکاری وزراء اور ملازمین کی مذہبی جلسوں میں شرکت پر پابندی لگائی تھی۔

میں نے ایک ہاکر سے اخبار خریدا اور گھاس پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔

"لو جناب....خوش ہو جائیے....وزیرِ خارجہ نہیں آرہے، آج کے جلسے میں "

" کیوں؟؟...فوت ہو گئے کیا؟؟" چاند پوری بیزاری سے بولے۔

"نہیں.....وزیرِ اعظم نے فون کر کے انہیں کراچی جلسے میں شرکت سے منع کر دیا ہے....یہ دیکھئے: روزنامہ ''فرمان''

انہوں نے بے دلّی سے اخبار دیکھا اور کہا:

"اس فرمانِ شاہی کی ہنڈیا بیچ چوراہے پھوٹے گی....انشاءاللہ..... "

" کیا مطلب؟ "

"مطلب یہ کہ سر ظفر اللہ ڈنکے کی چوٹ پر آئیں گے۔ "

"وزیر اعظم کے منع کرنے کے باوجود؟ "

"وزیر اعظم کو پوچھتا کون ہے بھائی؟ وزیرِ خارجہ چھینکتے بھی ''خلیفہ'' کی مرضی سے ہیں" خلیفہ کون؟ "

"خلیفۃ القادیان فی ربوہ شریف....کرائیں گے کبھی آپ کو بھی زیارت۔ "

"وزیرِ اعظم نے ایک بار پھر کہا ہے کہ سرکاری ملازمین اور حکومتی وزراء مذہبی جلسوں سے دُور رہیں "

''یہ حکم صرف مسلمانوں کے لئے ہے....مرزائی اس سے مستثنیٰ ہیں....اور کچھ؟''

میں خاموشی سے کھیلوں کی خبریں پڑھنے لگا۔

"اس سے پہلے کہ جلسے کی تقاریر سن کر ہاضمہ خراب ہو جائے....چلو کچھ کھا کر آتے ہیں۔" چاند پوری نے کہا اور ہم "چلو کباب سجانی ہوٹل" پر جا کر بیٹھ گئے۔

مغرب کے بعد جلسہ گاہ کی تمام نشتیں پر ہو چکی تھیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی بھی اچھی خاصی تعداد یہاں موجود تھی۔ گاڑیوں کی چھتّوں کے علاوہ درختوں پر بھی لوگ قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔

"چلو ہم بھی کوئی مناسب شاخ ڈھونڈتے ہیں.... "

"درخت پر بیٹھنا ضروری ہے کیا؟" میں نے کہا۔

"واجب ہے بھائی واجب!....جلسہ گاہ میں بیٹھ کر بندہ پچکاریاں تھوڑی مار سکتا ہے! "

تھوڑی سی مشقّت کے بعد ہم بھی ایک درخت پر مورچہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں اچھی خاصی روشنی تھی اور سٹیج کا منظر بھی صاف دکھاء دیتا تھا۔ جوں جوں رات ڈھل رہی تھی، جلسہ گاہ کی رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ رات دس بجے اچانک اعلان ہوا: "وزیرِ خارجہ پاکستان سر ظفر اللہ خان جلسہ گاہ میں تشریف لا چکے ہیں...! " نعروں اور تالیوں کے شور سے پنڈال گونج اٹھا۔

چاند پوری مجھے پنسل چبھو کر بولے:

" کیا کہا تھا میں نے؟ سر ظفر اللہ عہدہ تو چھوڑ سکتے ہیں..ہم مذہب قادیانیوں کا جلسہ مِس نہیں کر سکتے!" تھوڑی ہی دیر بعد جلسے سے سر ظفر اللہ خان کا " فکر انگیز " خطاب شروع ہو چکا تھا۔ چاند پوری منہ میں گلوری دبائے دھڑا دھڑ تقریر کے نوٹس لینے لگے:

"انجمن کے ساتھیو! جنابِ وزیرِ اعظم نے دو روز پہلے کہا تھا کہ میں اس جلسے میں شرکت نہ کروں۔ سردار عبدالرب نشتر

صاحب کا بھی فون آیا تھا، لیکن میں نے جواب دیا کہ میں انجمن سے وعدہ کر چکا ہوں۔ "

"یہ انجمن کون ہے؟" میں نے چاند پوری سے پوچھا۔

" کلکتہ کی طوائف!" انہوں نے چشمے کے پیچھے سے آنکھ ماری۔

"آئی ایم مین آف پرنسپل۔ اگر کچھ روز پہلے وزیرِاعظم مجھے کہتے تو شاید میں رک جاتا، لیکن وعدہ کر لینے کے بعد اس جلسے میں تقریر کرنا، میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔ اگر اس کے باوجود بھی وزیرِ اعظم یہ سمجھتے ہیں کہ میں غلطی پر ہوں تو میں اپنا استعفی دینے کو تیار ہوں! "

پنڈال ایک بار پھر نعروں سے گونج اُٹھا اور دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔

"استعفی دیں ان کے دشمن.... دیکھو: ایک تیر سے کئی شکار کر لئے۔" چاند پوری نے تبصرہ کیا۔

"میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ انجمنِ احمدیہ کے متوالو! قرآن آخری الہامی کتاب ہے۔ جس میں عالمِ انسانیّت کے لئے آخری ضابطۂ حیات مہیّا کر دیا گیا ہے۔ کوئی بعد میں آنے والا ضابطہ اس کو موقوف نہیں کر سکتا۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلّم خاتم النّبیین ہیں۔ جنھوں نے عالمِ انسانی کو اللہ کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے اور اس کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتا اور نا ہی کوئی شخص قرآنی شریعت کے ضابطوں کو منسوخ کر سکتا ہے۔ "

میں نے حیرت سے چاند پوری کی طرف دیکھا تو وہ ایک تازہ گلوری منہ میں ٹھونس کر بولے:

"آخر میں مینگنی ڈالے گا.... تم ذرا صبر تو کرو.... مرزا صاحب بھی یہی کرتے تھے "

"اور یہ رسول اللہ کا وعدہ ہے۔ نبی کا وعدہ ہے کہ ایسے لوگ اس امّت میں پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی اصلاح و تجدید کریں گے جو بدعات کا خاتمہ کریں گے۔ یہ لوگ مامور من اللہ ہوں گیا ور تجدیدِ دین پر مامور ہوں گے اور اسلام کی اصل پاکیزگی بحال کریں گے۔ مرزا غلام احمد ایسے ہی ایک مجدّد تھے۔ احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ نے خود لگایا ہے اور اب جڑ پکڑ چکا ہے۔ تاکہ قرآن کے وعدے کی تکمیل ہو اور اسلام کی حفاظت کا ضامن بنے اور اگر یہ پودا اکھیڑ دیا گیا تو اسلام زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ ایک سوکھے درخت کی مانند ہو جائے گا اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہّیا نہیں کر سکے گا۔ "

"سن لو.... یعنی قادیانیّت ایک شجرِ پُر بہار اور اسلام ایک سوکھا درخت" چاند پوری پان تھوکتے ہوئے بولے۔

"آپ کی پچکاری نیچے کسی احمدی پر گر گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" میں نے کہا۔

" کچھ نہیں ہوتا۔ ہم بھی تو اِن کی پچکاریاں برداشت کر رہے ہیں۔ "

وزیر خارجہ نے تقریر جاری رکھی:

"انجمنِ احمدیہ کے ساتھیو! تمہیں اس شجرِ پربہار کی حفاظت کرنی ہے اور اس پیغام کو ملک کے ہر خاص و عام تک پہنچانا ہے کہ مُلّائی اسلام ایک مُردہ مذہب ہے اور احمدی اسلام ایک زندہ مذہب۔ "

"اب تو آ گئی، بات سمجھ شریف میں.... یا مزید تشریح کی ضرورت ہے؟" چاند پوری نے مجھے ٹھوکہ دیا۔

"واقعی.... بڑی ظالم پچکاری ماری ہے..." میں نے کہا۔

اچانک جلسہ گاہ کی طرف سے شور برآمد ہوا اور چودھری ظفر اللہ کی تقریر رک گئی۔

نامعلوم سمتوں سے آنے والے پتھروں نے جلسہ درہم برہم کر دیا تھا۔

"اب جلدی اُترو....اور بھاگو....مجاہدین پہنچ گئے ہیں...." چاند پوری نے کہا اور ہم تیزی سے نیچے اترنے لگے۔

ہم دوڑتے بھاگتے امپریس مارکیٹ پہنچے تو پہلا دھماکہ ہوا۔ پتھراؤ کرنے والے مظاہرین پر پولیس آنسو گیس کے گولے فائر کر رہی تھی۔ ہمارے سامنے سے پولیس کی گاڑیاں ہوٹر بجاتی ہوئی گزریں۔ وزیرِ خارجہ واپس جا رہے تھے۔

چاند پوری نے کہا: "بس آج سے ملک میں قادیانیت کا تختہ الٹ گیا.... "

"وہ کیسے....؟؟ "

" پہلا پتھر اہلیانِ کراچی نے مار دیا۔ اب پورے پاکستان میں ان کے جلسے یونہی الٹائے جائیں گے۔ چار سال سے برداشت کر رہے تھے، حکومتی سرپرستی میں ان کی پچکاریاں۔ اب آسمان سے پتھر برسنے تو رہے۔ قوم کو خود ہی ہمت کرنا پڑے گی۔"

(جاری ہے)

❁ ❁ ❁

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
27 اکتوبر 2016ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

غلام ابوبکر صدیق بن حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ

غلام ابوبکر صدیق

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ویلفیئر ٹرسٹ

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت سے ہوں گے

آپ کے مؤقر جریدے کے ذریعہ اظہار براءت چھپانا چاہتا ہوں جو کہ لف ہذا ہے۔

اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حافظ عبدالجبار سلفی نے حضرت والد گرامی القدر کا تذکرہ لکھنے کے لیے ہم سے تمام مواد ڈائیریاں وخطوط اور تمام معلومات لے کر تذکرہ حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ تالیف کیا جس میں بہت سی فضول وغیر متعلقہ اور تنقیدانہ مباحث شامل کردیں ہم دونوں بھائیوں کو جب اس نے مسودہ کی ایک کاپی ارسال کی تو ہم نے تصحیحات اور ترامیم کیں تو مصنف مذکور نے ان کو تسلیم کرنے سے لیت ولعل سے کام لیا۔ اور بعد میں بھائی میاں محمد مختار عمر بن حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ ۲۱ ر اگست کو حج پر چلے گے اور ان کا ۲۶ ر اگست کو مکہ مکرمہ میں انتقال ہوگیا۔

حافظ صاحب مذکور اور عبدالرؤف نامی شخص ۲۷ ر اگست کو میرے پاس تشریف لائے اور مجھے تعزیت کی اور کہا کہ آپ مہمانوں سے فارغ ہولیں اس کے بعد مذاکرات کے ذریعے تذکرہ والے قضیہ کا حل نکالتے ہیں لیکن دو دن بعد پتہ چلا کہ وہ تذکرہ حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ شائع کرکے مارکیٹ میں لے آئے ہیں۔ کیونکہ کتاب مذکور متنازع اور متشددانہ عبارات سے مزین ہے۔ اس لیے بندہ اس سے براءت کا اظہار کرتا ہے۔

امید ہے آپ قریبی اشاعت میں جگہ دے کر بندہ کو ممنون فرمائیں گے۔

امید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

والسلام: غلام ابوبکر صدیق بن حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ

سیکرٹری مالیات رحمآء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ جامعہ محمدی شریف چنیوٹ

اظہارِ براءت

بہ سلسلہ تذکرہ مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ، مؤلف حافظ عبدالجبار سلفی

غلام ابوبکر صدیق

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ویلفیئر ٹرسٹ

بسلسلہ تذکرہ مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ مؤلف حافظ عبدالجبار سلفی

حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ (جامعہ محمدی شریف چنیوٹ) کی تمام تالیفات اور تحریرات اس امر کا زندہ ثبوت ہیں کہ دوسرے مسالک کے علماء کرام اور نظریاتی مخالفین سے علمی اختلاف کے باوجود ان کی تحقیر یا ذات کو ہدف تنقید بنانا آپ کے مزاج اور اسلوب تحریر میں شامل نہ تھا یہی وجہ ہے کہ فاضل مؤلف جناب حافظ عبدالجبار سلفی نے بعض تحریروں میں علماء پر غیر ضروری تنقید لکھی۔

جس کی وجہ سے پہلی ہی ملاقات میں ان کی اس روش اور عادت پر سرزنش اور سخت لہجہ میں تنبیہ فرمائی۔ فاضل مؤلف مذکور نے جب تذکرہ مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ مرتب کیا تو اس میں بہت ساری قابل اعتراض وغیر ضروری چیزوں کے علاوہ اپنی دیرینہ عادت کے مطابق کئی زندہ اور مرحوم علماء اور شرفاء کو بلاضرورت تنقید کا نشانہ بنایا۔ اور ان کی ذاتیات پر کیچڑ اچھالا۔

موصوف سے درخواست کی گئی کہ اس طرح کی چیزوں کو تذکرہ میں شامل نہ کریں تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، دوسرے یہ روش صاحب تذکرہ کے مزاج اور اسلوب تحریر سے بھی مطابقت نہیں رکھتی اس کے باوجود تذکرہ مولانا محمد نافع ہماری اجازت اور رضامندی کے بغیر ادارہ مظہر التحقیق لاہور سے من وعن شائع کردیا گیا۔ اس لیے مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ کا وارث اور بیٹا ہونے کی حیثیت سے میں تذکرہ میں موجود اس طرح مندرجات سے اظہار براءت اور اعلان لاتعلقی کرتا ہوں۔

منجانب: غلام ابوبکر صدیق بن حضرت مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ

سیکرٹری مالیات رحمآء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ، جامعہ محمدی شریف چنیوٹ

مسافرانِ آخرت

ادارہ

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے نائب امیر شیخ نیاز احمد (سٹینڈرڈ بیکری) کی پھوپھی مرحومہ

☆مجلس احرار اسلام کراچی کے سرپرست بھائی شفیع الرحمٰن کی والدہ ماجدہ انتقال: ۱۷ر ستمبر ۲۰۱۶ء

☆مجلس احرار اسلام الٰہ آباد ضلع رحیم یار خان کے رکن عبدالمنان معاویہ کی خالہ مرحومہ

☆مجلس احرار اسلام چکڑ الہ ضلع میانوالی کے رکن جناب خالد صاحب کے بھائی ملک محمد فاروق مرحوم (یوسف میڈیکل سٹور) انتقال: ۷ر ستمبر ۲۰۱۶ء ☆بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم ملتان کے ناظم جام ریاض احمد کا نومولود بیٹا انتقال کر گیا

☆مجلس احرار اسلام چشتیاں کے امیر علی اصغر کے والد ماجد فقیر محمد انتقال کر گئے

☆مجلس احرار اسلام ماہڑہ مظفر گڑھ کے کارکن اور مدرسہ معمورہ کے سابق طالب علم حافظ محمد عمران کی معصوم بیٹی انتقال کر گئی

☆مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، درجہ کتب کے مدرس مولانا محمد نعمان سنجرانی کے خالہ زاد امیر حمزہ سنجرانی مرحوم 18 ستمبر کو انتقال کر گئے

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

- مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں۔
- مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری کی پھوپھی صاحبہ اور سید محمد اویس بخاری (گوجرانوالہ) کی والدہ شدید علیل ہیں۔
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ کئی ماہ سے کومے میں ہیں
- مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر قاری عبدالعزیز صاحب شدید علیل ہیں۔
- مجلس احرارِ اسلام راولپنڈی کے صدر پیر محمد ابوذر صاحب شدید علیل ہیں۔
- مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل ہے۔
- مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکن ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب کے والد ماجد محمد انور صاحب علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام چکڑ الہ ضلع میانوالی کے کارکن اولیا خان شدید علیل ہیں
- مجلس احرارِ اسلام چشتیاں کے سرپرست قاری عطاء اللہ شدید علیل ہیں

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفاء کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

یونیک
فاسٹ
ٹریولز اینڈ ٹورز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ائیرلائنز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

نزدیک ترین رہائش
بہترین سروس

عمرہ
گروپ کے ساتھ
کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب
دبئی
ملائیشیا
تھائی لینڈ
سری لنکا
چائنہ
سنگاپور
قطر
فلپائن

ماسکو
عراق
ازبکستان
مسقط
کے وزٹ ویزے معلومات

مولانا محمد اسعد ابوبکر
چیف ایگزیکٹو
03004002993
03454002993

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات
053-7575174
053-7575175

بولان کا خالص
سرکہ سیب
(ایکسٹرا کوالٹی)
• دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
• کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
• ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
• موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند
اور خوبصورت بناتا ہے۔
• رنگت نکھارتا ہے۔
BOLAN'S
Apple Vinegar
Best Quality Ever
Regd # QA/F/31
BOLAN'S®
Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمد للہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ و ناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان